ماہنامہ

القلم

اردو جہانیاں

شمارہ اکتوبر 2023ء

اب نزع کا عالم ہے مجھ پر، تم اپنی محبت واپس لو
جب کشتی ڈوبنے لگتی ہے تو بوجھ اتارا کرتے ہیں

قمر جلالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انچارج	ثنا اکرم ملہی
چیف ایڈیٹر	تنہاؔ لائلپوری

رابطے کا ذریعہ:

tanhalyallpuri@gmail.com

0305 854 5555

فہرست

فہرست

ثنا اکرم ملہی

اداریہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ

حمد و ثنا رب العزت، مالک کل، واحد و یکتا، لم یلد ولم یولد کے لیے اور تمام تر سلامتی محمد مصطفیٰ ﷺ، جانشینِ عبداللہ، پیرِ کامل، رہبرِ کامل، بدرالدجا، امی، ہاشمی لقبی، قرشی، مکی، مدنی سرکار ﷺ کے لیے کہ جس کی آمد کا گواہ ہے ربیع الاول اور جس کی جدائی کا غم لیے چودہ سو سال سے پلٹ پلٹ آتا ہے ربیع الاول، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آپ کا اپنا شمارہ ٹھنڈے میٹھے اکتوبر، کے ساتھ حاضر ہے جس میں ملک کے مایہ ناز اور منجھے ہوئے قلم کاروں کے ساتھ ساتھ نوآموز لکھاری بھی شامل ہیں۔ ادارہ سب قلم کاروں کا بے حد مشکور ہے کہ اردو زبان کی ترقی و ترویج کے لیے ہر قلم کوشاں ہے۔

زبان و ادب کی خدمت کے ساتھ ساتھ اہم مواقع کو یاد کرتے ہوئے اظہارِ خیال دینا اس رسالے کا خاصہ ہے جس کے لیے بھرپور محنت مدیر صاحب اور قابلِ احترام قلمی ساتھیوں کی شامل رہتی ہے۔ امید کرتے ہیں رسالہ میں شامل ہر تحریر قارئین کے لیے پر تاثیر رہتی ہے۔ نومبر شمارہ سے قبل ادارہ کی سہ ماہی سرگرمی کا انعقاد کیا جائے گا، جس میں ادارہ بہترین رجسٹرڈ قلم کار کو قارئین کی چنوتی کی بنیاد پر حسنِ کارکردگی سرٹیفکیٹ اور انعام سے نوازے گا۔

شمارہ کے لیے اپنی رائے کا اظہار ضرور کیا کریں تاکہ آپ کا شمارہ آپ کی پسند کے مطابق بہتر سے بہترین کے ساتھ پیش کیا جا سکے۔ القلم اردو میگزین کے ساتھ جڑے رہیے، پڑھیں اور پڑھائیں۔ پیارے قارئین! آپ کے اظہارِ رائے کا انتظار رہے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام

شازیہ آفرینؔ

حمد باری تعالیٰ

فقط معبود اک اللہ ہی سب کا ودھاتا ہے
وہی ہے مارتا سب کو، وہی سب کو جلاتا ہے

خدا ہے لا شریک وحدہٗ، ثانی نہیں اس کا
وہ رب العالمیں، سب کارِ عالم وہ چلاتا ہے

وہی اول، وہی آخر حیّ القیُّوم، وہ دائم
وہی مالک، وہی حاکم، وہی سب کو کھلاتا ہے

سمندر، باغ، پربت، یہ پرندے اور چرندے سب
خدا واحد کی قدرت کا ہی تو نقشہ دکھاتا ہے

مدد کرتا وہی سب کی، وہی مشکل کشا سب کا
وہی غم دور کرتا ہے، وہی ہم کو ہنساتا ہے

کرو طاعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی، لگا لو دل خدا سے تم
تعلق رب سے ہو جائے گنہ سب چھوٹ جاتا ہے

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، محبوبِ رب ہیں مونسِ امت
جو ان کے حکم کو مانے وہی جنت میں جاتا ہے

شازیہ آفریںؔ

نعت رسول مقبول ﷺ

جہاں سارا درخشاں آپؐ سے ہے
کہ کل عالم ہی تاباں آپؐ سے ہے

خزاں تھی ظلم کی چھائی جہاں میں
تر و تازہ گلستاں آپؐ سے ہے

دکھایا راستہ بھٹکے ہوؤں کو
ہمارا دین، ایماں آپؐ سے ہے

لبوں پر ورد ہے صلِّ علیٰ کا
دلوں میں نورِ قرآں آپؐ سے ہے

سہارا غمزدوں کے، بے کسوں کے
ہوا رنجور شاداں آپؐ سے ہے

کرم کی ہو نظر مجھ پر بھی آقاؐ
مری خوشیوں کا عنواں آپؐ سے ہے

مرے شافع امم پیارے محمدؐ
مری بخشش کا ساماں آپؐ سے ہے

محمد فرید فریادؔ

نعت شریف

غیر کے دل میں بھی دیکھی ہے محبت آپ کی
در حقیقت ہے دلوں پر بادشاہت آپ کی

آپ کو دل سے بھلایا جا نہیں سکتا کبھی
ہر قدم پر میرے آقاصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ضرورت آپ کی

حجرِ اسود نصب کرنا مسئلہ تھا بن گیا
کام آئی اس گھڑی تدبیر و حکمت آپ کی

زندگی میری گناہوں سے ہے یا رب تر بتر
روزِ محشر کر عطا مجھ کو شفاعت آپ کی

آپ ہی محبوبِ رب ہیں منبعِ رحمت ہیں آپ
بات مانی جائے گی روزِ قیامت آپ کی

آپ ہی کے گرد ہوں گی جمع ساری امتیں
عام سب کے واسطے ہو گی شفاعت آپ

مہرِ تاباں ہو گئی ہے زندگی فریادؔ کی
مل گئی ہے میرے آقاصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سے نسبت آپ کی
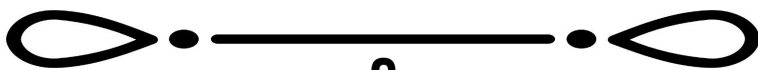
مہوش حمید

مہنگائی کے اسباب اور ان کا حل

ان ایام میں مہنگائی کے از حد بڑھ جانے کے سبب ہر بندہ ہی پریشان نظر آتا ہے، پٹرول کی قیمت 300 روپے سے تجاوز کر چکی ہے۔ جگہ جگہ مظاہرے، احتجاج، ہڑتالیں وغیرہ دیکھنے کو ملتی ہیں۔ کسی بھی مجلس میں شرکت کر لی جائے تو وہاں ہر کوئی اپنی اپنی عقل و فہم کے لحاظ سے اس کے اسباب و وجوہات پر تبصرے کرتا ہوا نظر آتا ہے، لیکن بڑی ہی عجیب بات یہ سامنے آتی ہے کہ عام طور پر مہنگائی کی ظاہری وجوہات اور ظاہری اسباب پر تو تجزیہ نگار تبصرے فرما رہے ہوتے ہیں، مگر اس کی اصل وجوہات اور حقیقی اسباب کی طرف عموماً توجہ نہیں دی جاتی، الا ماشاءاللہ۔

جب ملکی و معاشی مسائل کے حل کے لیے کسی بھی سمجھدار اور دانشور تجزیہ نگار کی بات کو بغور سنا جاتا ہے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان موجودہ پریشان کن اہم مسائل کے حل کے لیے دنیا کی سب سے عقلمند ترین ہستی، صادق و امین آقائے دو جہاں سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کی طرف کیوں نظر نہیں کی جاتی کہ اس مبارک ہستی نے ہمارے ان مسائل کی کیا وجوہات و اسباب بیان کیے ہیں؟

جو وجوہات سرورِ دو عالم، سید الانبیاء احمدِ مجتبیٰ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں، ہمارے مسائل کی حقیقی وجوہات اور حقیقی اسباب وہی ہیں، اس بات کو حقیقی جاننا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ باقی اپنی عقل و فہم سے جو جو اسباب و وجوہات بیان کیے جا رہے ہیں، وہ سارے اسباب ظاہری و طبعی ہیں، نہ کہ اصلی اور حقیقی۔ چنانچہ جب تک اصل مرض کی تشخیص نہ ہوجائے اس وقت تک علاج کار گر نہیں ہو سکتا، اصل مرض کی تشخیص اور موجودہ مسائل کے حقیقی اسباب کو جاننے اور ان کے حل کے لیے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے قرآن و حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے اس موضوع پر گفتگو فرمائی اور احادیث کی روشنی میں مہنگائی کی وجوہات اور اسباب بیان فرمائے۔

ترجمہ: "حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے مہاجرین کی جماعت! پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے، اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تم اس میں مبتلا ہو،

مہوش حمید

مہنگائی کے اسباب اور ان کا حل

(وہ پانچ باتیں یہ ہیں: پہلی یہ کہ جب کسی قوم میں علانیہ فحش (فسق و فجور اور زناکاری) ہونے لگ جائے، تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں جو ان سے پہلے کے لوگوں میں نہ تھیں۔ دوسری یہ کہ جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو وہ قحط، معاشی تنگی اور اپنے حکمرانوں کی ظلم و زیادتی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ تیسری یہ کہ جب لوگ اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کو روک دیتا ہے، اور اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا۔ چوتھی یہ کہ جب لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہد و پیمان کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے علاوہ لوگوں میں سے کسی دشمن کو مسلط کردیتا ہے۔ وہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے چھین لیتا ہے۔ پانچویں یہ کہ جب ان کے حکمران اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، اور اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کو اختیار نہیں کرتے، تو اللہ تعالیٰ ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈال دیتا ہے۔"

(ابن ماجہ، رقم الحدیث: 4019)

"امام احمدؒ نے وہبؒ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا: جب میری اطاعت کی جاتی ہے تو میں راضی ہوتا ہوں، اور جب میں راضی ہوتا ہوں تو برکت عطا کرتا ہوں، اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں، اور جب میری نافرمانی کی جاتی ہے، تو میں غضب ناک ہوتا ہوں، تو میں لعنت کرتا ہوں، اور میری لعنت کا اثر سات پشتوں تک رہتا ہے۔"

(کتاب الزہد لاحمد بن حنبل، رقم الحدیث: 289)

حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ترجمہ: "نیکی ہی عمر کو بڑھاتی ہے، اور تقدیر کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں ٹال سکتی، اور کبھی آدمی اپنے گناہ کی وجہ سے ملنے والے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔"

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 4022)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ترجمہ: "نہیں روکا کسی قوم نے زکوٰۃ کو، مگر روک لیا اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو۔"

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: 10992)

مہوش حمید

مہنگائی کے اسباب اور ان کا حل

مذکورہ احادیث مبارکہ سے قحط سالی، بارشوں کا بروقت نہ ہونا، مہنگائی کا ہو جانا، اور رزق میں کمی ہو جانے کے اسباب یہ معلوم ہوئے:

1: ناپ تول میں کمی
2: زکٰوۃ ادا نہ کرنا
3: زنا کرنا
4: مطلق اللہ کی نافرمانی اور گناہ کرنا
5: قرآن و سنت کے خلاف فیصلے کرنا

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں: "ذکر کردہ تفصیل سے موجودہ دور کی مشکلات کے اسباب متعین ہو چکے، تو علاج اس کا ان اسباب کا ازالہ ہے، یعنی؛ ایمان کی درستی، تمام معاصی امور سے توبہ واستغفار کرنا ہے۔ خصوصاً حقوق العباد میں کوتاہی کرنے سے، اور زکٰوۃ ادا نہ کرنے سے، اور زنا اور اس کے مقدمات سے کہ وہ بھی بحکم زنا ہی ہیں، جیسے: بری نگاہ کرنا، نامحرم سے باتیں بقصدِ لذت کرنا، اس کی آواز سے لذت حاصل کرنا، خصوصاً گانے بجانے سے، چنانچہ حق تعالیٰ نے صریحاً اس کو علاج فرمایا ہے کہ اپنے پروردگار کے روبرو (اعمالِ سیاہ سے) استغفار کرو، پھر (اعمال صالح سے) اس کی طرف متوجہ ہو، وہ تم پر بارش کو بڑی کثرت سے بھیجے گا۔ اب اکثر لوگ بجائے ان اسبابِ اصلیہ کے اسبابِ طبیعیہ کو مؤثر سمجھ کر علاجِ مذکور کی طرف توجہ نہیں کرتے، اور صرف حکایت، شکایت، یا رائے زنی و پیشین گوئی، یا تخمینی کا شغل رکھتے ہیں، جو محض اضاعتِ وقت ہے۔ ہم اسبابِ طبیعیہ کے منکر نہیں، مگر اس کا درجہ اسباب اصلیہ کے سامنے ایسا ہے جیسے: کسی باغی کو بحکمِ شاہی گولی سے ہلاک کیا گیا۔ دوسرا دیکھنے والا اصلی سبب قہرِ سلطانی کو سبب نہ کہے، اور طبعی سبب، یعنی: صرف گولی کو سبب کہے، حالانکہ اس طبعی سبب کے استعمال کا سبب وہی سببِ اصلی ہے، مگر جو شخص اس کو نہ سمجھے گا وہ بغاوت سے پرہیز نہیں کرے گا، گولی کا توڑ تجویز کرے گا جو کہ اس کی قدرت سے خارج ہے، سو کیا یہ غلطی نہیں ہو گی؟ یہی حالت ہم لوگوں کی ہے۔"

اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں معاشی اعتبار سے تنگی پیدا نہ ہو تو اس کا حل شریعت میں بہت واضح انداز میں بیان کر دیا گیا ہے۔

مہوش حمید

مہنگائی کے اسباب اور ان کا حل

اس بات کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے تو حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کا ایک مفہوم ملاحظہ فرما لیں، تا کہ بات کو آگے لے کر چلنا آسان ہو سکے۔
حضرت مولانا یوسفؒ صاحب کے زمانے کا قصہ ہے کہ ان کے زمانے میں مہنگائی بہت بڑھ گئی، کچھ لوگ مولانا کے پاس آئے اور مہنگائی کی شکایت کی اور کہا کہ کیا ہم حکومت کے سامنے مظاہرے کر کے اپنی بات پیش کریں؟ حضرتؒ نے ان سے فرمایا: مظاہرے کرنا اہلِ باطل کا طریقہ ہے۔
پھر سمجھایا کہ دیکھو! انسان اور چیزیں، دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ترازو کے دو پلڑوں کی طرح ہیں، جب انسان کی قیمت اللہ تعالیٰ کے یہاں ایمان اور اعمالِ صالحہ کی وجہ سے بڑھ جاتی ہے تو چیزوں کی قیمت والا پلڑا خودبخود ہلکا ہو کر اوپر اٹھ جاتا ہے اور مہنگائی میں کمی آ جاتی ہے۔
اور جب انسان کی قیمت اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے گناہوں اور معصیتوں کی کثرت کی وجہ سے کم ہوجاتی ہے تو چیزوں والا پلڑا وزنی ہوجاتا ہے اور چیزوں کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔

لٰہذا تم پر ایمان اور اعمالِ صالحہ کی محنت ضروری ہے، تاکہ اللہ پاک کے یہاں تمھاری قیمت بڑھ جائے اور چیزوں کی قیمت گر جائے۔
پھر فرمایا: لوگ فقر سے ڈراتے ہیں، حالانکہ یہ شیطان کا کام ہے: "اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ" اس لیے تم لوگ جانے انجانے میں شیطانی لشکر اور ایجنٹ مت بنو۔ اللہ کی قسم! اگر کسی کی روزی سمندر کی گہرائیوں میں کسی بند پتھر میں بھی ہوگی تو وہ پھٹے گا اور اس کا رزق اس کو پہنچ کر رہے گا۔ مہنگائی اُس رزق کو روک نہیں سکتی جو تمہارے لیے اللہ پاک نے لکھ دی ہے۔
اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے تو ہم اللہ سے اپنا معاملہ سیدھا کر لیں یعنی: فرائض کا اہتمام کریں، سنت زندگی کو سامنے رکھ کر زندگی گزاریں، حرام اور منکرات سے اپنے کو بچائیں، تو ان شاء اللہ جب اللہ سے معاملہ سیدھا ہو جائے گا تو ہمارے حالات بھی درست ہو جائیں گے۔
ترجمہ: اللہ سے حالات درست کرنے کے لیے ایک عمل اللہ تعالیٰ کے ہی رازق ہونے کا یقین رکھنا ہے کہ ہر ہر ذی روح کا رزق اس کے ذمے ہے۔

مہوش حمید

مہنگائی کے اسباب اور ان کا حل

جیسا کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:
ترجمہ: لوگوں" نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولﷺ! گرانی (مہنگائی) بڑھ گئی ہے، لہٰذا آپ (کوئی مناسب) نرخ مقرر فرما دیجیے، تو رسول اللہﷺ نے فرمایا: نرخ" مقرر کرنے والا تو اللہ ہی ہے (میں نہیں) وہی روزی تنگ کرنے والا اور روزی میں اضافہ کرنے والا، روزی مہیا کرنے والا ہے، اور میری خواہش ہے کہ جب اللہ سے ملوں، تو مجھ سے کسی جانی و مالی ظلم و زیادتی کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہ ہو (اس لیے میں بھاؤ مقرر کرنے کے حق میں نہیں ہوں)۔ (سنن ابی داؤد: 3451)

حضرت ابو حازمؒ کے پاس کچھ لوگ آئے اور عرض کیا:
ترجمہ: "اے ابو حازمؒ! تم دیکھتے نہیں کہ مہنگائی کس قدر بڑھ گئی ہے؟ (ہمیں ان حالات میں کیا کرنا چاہیے؟) ابو حازمؒ نے جواب دیا کہ تمہیں غم میں ڈالنے والی چیز کیا ہے؟ (اس بات پر یقین رکھو کہ) بے شک وہ ذات جو ہمیں کشادگی والے حالات میں رزق دیتی تھی وہی ذات اب تنگی اور مہنگائی والے حالات میں رزق دے گی۔
(حلیۃ الاولیاء: ج: 3، ص: 239)

حضرت ابو العباس سلمیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت بشر بن حارث کو یہ فرماتے ہوئے سنا؛
ترجمہ: "جب تمہیں مہنگائی کا حد سے بڑھ جانا فکر میں ڈالے تو تم اپنی موت کو یاد کر لیا کرو، یہ (موت کا غم اور فکر) تم سے مہنگائی کا غم دور کر دے گا۔"
(حلیۃ الاولیاء، ج: 8، ص: 247)

دوسرا عمل توبہ و استغفار کرنے کا ہے، اور تیسرا؛ اپنے روزگار کے حصول میں چاہے وہ تجارت کے ذریعے ہو، یا شرکت و مضاربت کے ذریعے، اجارے کا معاملہ ہو یا مزارعت کا، ہر ذریعۂ معاش میں شریعت کے بیان کردہ راہنما اصولوں کو سامنے رکھیں، اور مہنگائی کے حالات میں صحابہ کرام ؓ کے طرزِ عمل اور ارشادات وفرمودات کے مطابق اپنا عمل بنائیں۔ اللہ کی طرف رجوع اور اعمال میں بڑھوتری اختیار کرنا۔

کسی اللہ والے نے کہا کہ مانا مہنگائی ہوگئی ہے تو نعوذباللہ کیا اللہ پاک کے خزانے بھی ختم ہو گئے ہیں؟ تو اپنی دعاؤں اور نبیﷺ کے بتائے ہوئے اعمال کی مقدار کیوں نہیں بڑھاتا؟

مہوش حمید

مہنگائی کے اسباب اور ان کا حل

انہوں نے بڑی زبردست بات کی، ذرا سوچیں تو سہی، کیا ہم سب نے اپنی مالی پریشانی یا کسی بھی پریشانی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے اعمال اور اپنی دعاؤں کی مقدار میں اضافہ کیا؟
اس کو اس طرح سمجھیں اگر کسی کو بخار، یعنی ہلکی حرارت ہو جائے تو وہ پیراسیٹا مول (Paracetamol) کی گولی کھاتا ہے، مگر اسی شخص کو اگر ٹائیفائڈ ہو جائے تو پھر وہ اینٹی بائیوٹک Antibiotics لیتا ہے اور اس کو کھانے کا ناغہ نہیں کرتا، کیوں کہ اس کو معلوم ہے کہ ناغہ کرنے سے اس اینٹی بائیوٹک Antibiotic کا اثر ختم ہو جاتا ہے ۔ میں اس کو یوں سمجھتی ہوں کہ ہمیں اعمال کی اینٹی بائیوٹک Antibiotics چاہیے پابندی کے ساتھ۔
وہ اعمال درست (Antibiotics) جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو بتا کر گئے، ان میں سے کچھ ذکر میں ذیل میں کر رہی ہوں اگر ہو سکے تو پابندی کریں، مستقل مزاجی کے ساتھ، اور عمل کرنا نہ چھوڑیں، ان شاء اللہ! ان اعمال کی برکت آپ کی زندگی میں بہت واضح طور پر نظر آئے گی۔

1: فرض نماز کی ہر حال میں لازمی پابندی کریں، جتنا ممکن ہو اللہ کی راہ میں خرچ کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو بہت دے گا۔
2: فجر کی نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار "سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم، استغفراللہ" پڑھیں۔
3: دن کے شروع میں "یٰس" پڑھ کر دعا کریں (اللہ پاک آپ کے سارے دن کے کام بنا دیں گے۔ (حدیث)
4: چاشت کی نماز سے بھی رزق میں برکت ہوتی ہے۔
5: رات کو روزانہ مغرب کے بعد سورۂ واقعہ پڑھیں، گھر میں کبھی فاقہ نہیں ہو گا۔(حدیث)
6: کوشش کریں روزانہ صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر رزق میں برکت مانگیں۔
7: ہر وقت باوضو رہیں (اللہ پاک رزق بڑھا دے گا). (حدیث)
8: اللہ پاک سے چلتے پھرتے باتیں کریں، اللہ پاک کو اپنی پریشانیاں بتائیں (وہ سب جانتا ہے، لیکن اسے یہ پسند ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے اپنی حاجات رکھے)

مہوش حمید

مہنگائی کے اسباب اور ان کا حل

اور بولیں کہ: اے اللہ پاک! آپ کے علاوہ کوئی میری پریشانیاں حل نہیں کرسکتا، میری مدد کریں، مجھے اکیلا نہ چھوڑیں، یعنی: اپنی دعا کی طاقت کو بڑھائیں۔ اسی طرح مہنگائی مہنگائی کرنے سے مہنگائی کم نہیں ہو سکتی، بلکہ اس کے عملی علاج کی کچھ تدابیر اختیار کرنے کی کوشش کر لی جائے تو ان شاء اللہ انسان سکون میں آ جائے گا، مثلاً:

1- ہر کسی کو چاہیے کہ صرف ضروری اشیاء کی خریداری پر اکتفا کرے، بلا وجہ زائد از ضرورت اشیاء کی خریداری نہ کرے اور اسی پر قناعت کرے، تاکہ قرض وغیرہ لینے کی نوبت نہ آئے۔

2- گھریلو اخراجات کم کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ استعمال کی چیزوں کی خریداری کے لیے جانے سے قبل ضَروری اشیاء کی فہرست بنائیں اور اس کا بغور جائزہ لیجئے کہ کیا واقعی ان سب چیزوں کی ضرورت ہے اور ان کے بغیر گزارہ مشکل ہے؟

3- آئے روز گوشت اور مرغن کھانوں کے استعمال کے بجائے سبزیاں اور دالیں وغیرہ کھانے کا بھی معمول بنایا جائے کہ عموماً ان کی قیمت گوشت کے مقابلے میں کم ہوتی ہے اور یہ صحت کے لیے مفید بھی ہوتی ہیں۔

4- اپنے آپ کو اور بال بچوں کو سادہ غذا اور سادگی کے ساتھ زندگی گزارنے کا عادی بنائیں، اس سے دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ ہسپتالوں کے چکر لگانے اور ڈاکٹروں کی فیسوں اور دواؤں پر آنے والے خرچ سے بھی بچت ہو گی۔

5- مہنگے موبائل فون، لیپ ٹاپ اور ٹیبلیٹ، پی سی وغیرہ کے بجائے حسبِ ضرورت سادہ موبائل فون سے کام چلانے کی کوشش کی جائے۔

6- اگر کھانے پینے کی چیزوں میں سے کوئی چیز مہنگی ہوجائے تو اُسے ترک کرکے دوسری نسبتاً سستی چیز خرید لی جائے۔

آپ یقین کریں آپ کی طرف سے ذکر کردہ اعمال کی پابندی، آپ کی زندگی میں ان اعمال کی برکت لائے گی ان شاء اللہ، اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ ان اعمال کی برکت آپ کے پیاروں کی زندگی میں آئے تو ان کو بھی ان اعمال کا پابند بنانے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

آمینہ یونس

محنت کبھی رائیگاں نہیں جاتی

شوق کسی بھی چیز کا ہو اس پر جس طرح چاہے بند باندھا جائے، وہ اپنا راستہ خود تلاش کر کے اپنے شوق کی تسکین کا سامان کر لیتے ہیں۔

ہی ایک شوق و جنون کی کہانی صفحہ قرطاس پر منتقل کرنا چاہتی ہوں۔ ایسے لوگوں کے لیے جو کسی بھی چیز کا شوق رکھتے ہیں لیکن نامناسب حالات دیکھ کر مایوس ہو جاتے ہیں۔

یہ ایک سبق ہے کہ حالات جیسے بھی ہو جائیں۔ کبھی بھی ہمت نہیں ہارنی چاہیے، ہمارا تعلق ایک پسماندہ گاؤں سے ہے۔ جہاں تعلیم کی کوئی اہمیت نہیں۔ زمینداری کے ساتھ ساتھ مال مویشیوں کا کاروبار اور مزدوری کرنا یہاں کا شیوہ ہے۔

ایسے ماحول میں پتہ نہیں میرے ابو نے تعلیم کا شوق کہاں سے چرایا تھا۔ ابو پر تعلیم حاصل کرنے کا جنون سوار ہو گیا۔ چھوٹی سی عمر میں وہ تعلیم کی غرض سے شہر چلے آئے، یہاں ایک مسافر خانے میں رہائش اختیار کی۔

ماں باپ نے بہت روکا لیکن وہ رکنے والے نہیں تھے۔

آخر کار والدین نے ہار مان کر ان کے خرچے، پانی کا بندوست کر ہی دیا، یوں ابو نے اس وقت کی اول کلاس اور آج کی (نرسری کلاس میں) ایڈمیشن لے لیا، ابو بہت خوش تھے اور دل لگا کر پڑھتے تھے۔ ہمیشہ جماعت اول آتے، جب ابو نے چوتھی جماعت پاس کی تو مولانا لوگوں نے فتویٰ دیا، کہ انگریزی کی تعلیم حاصل کرنا حرام ہے۔ اس پر ابو کی تعلیم چھوٹ گئی۔

لیکن ابو ہر صبح اسکول کے سامنے جا کے روتے رہتے تھے۔ ایک دن ان کی والد (میرے دادا ابو) گاؤں سے آکے ابو کو واپس لے گئے۔ ابو نے اپنے شوق کو مرنے نہیں دیا، جہاں کہیں کچھ لکھا ہوا ملتا وہ اس کو اٹھا کے پڑھتے اور اپنے شوق کی تسکین کرتے، یوں ابو اپنے شوق کے ساتھ بڑے ہوتے گئے۔ انھوں نے محنت کرنا شروع کر دی۔ ساتھ میں اپنی پیسے سے کتابیں بھی خریدنے لگے اور اسے دل لگا کے پڑھتے ابو کی محنت رنگ لائی اور اللہ کی فضل سے ابو کے پاس عزت، دولت، شہرت، نیک بیوی اور بچے بھی تھے۔

آمینہ یونس

محنت کبھی رائیگاں نہیں جاتی

ابو اپنی نیک خصلت کی وجہ
سے رحم دل مشہور تھے۔
سب لوگ ابو کی عزت
کرتے، ابو بھی غریب غرباء سب کا
خیال رکھتے تھے۔ ساتھ میں اپنے شوق
کی تکمیل کے لیے ایک کمرہ کو
لائبریری بنا دیا اور اس میں 500 سے
زائد کتابیں موجود ہیں۔ وہ سب کتابیں
ابو کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں، جب بھی
ابو کسی سے ملتے یا بات چیت ہوتی تو
لوگ پوچھتے، آپ نے کس یونیورسٹی
سے تعلیم حاصل کی ہے۔
ابو اپنے کھیت کا نام بتاتے
میں نے اس یونیورسٹی سے پڑھا ہے اور
لوگ یقین نہیں کرتے ان کے شوق
نے انھیں اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں سے
زیادہ باشعور بنا دیا تھا۔

وہ خواتین کا احترام کرتے،
بچوں سے پیار کرتے، غریبوں کی مدد
کرتے، لوگوں میں صلح کرواتے، بہت
انسانیت دوست انسان تھے۔
جس نے کبھی کسی اسکول
یونیورسٹی کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ لیکن
500 کتابیں وہ پڑھ چکے تھے انھوں
نے اپنی تشنہ شوق کی تکمیل کو پورا کیا۔
ابو نے سب بچوں کو اعلیٰ
تعلیم دلوائی، معاشرے میں ایک مقام
دیا، آسائش بھری زندگی دی ،ان کی ہی
کوشش اور دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ کہ آج
میں ایک باعزت پیشے سے منسلک
ہوں۔ ڈاکٹر ردا فاطمہ آج جو کچھ بھی
ہے۔ والدین کی محنت اور دعاؤں کی
مرہون منت ہے۔

ثانیہ ظفر

ناشکری کی عادت

وقت اور حالات بھی بھی ہمارے اختیار میں نہیں رہتے۔نہ تو ہم خوشی کی مدت طویل کر سکتے ہیں اور نہ ہی غم کا دورانیہ گھٹا سکتے ہیں بلکہ یہ وہ ضابطہ ہے جس پر ہماری آزمائش کی جارہی ہے۔

کبھی من پسند اور غیر متوقع خوشی انسان کو ایسا دیوانہ کر دیتی ہے کہ انسان فرق ہی نہیں کر پاتا کہ یہ خوشی انعام کے طور پر ملی ہے یا امتحان کے طور پر۔

اور اکثر خوشگوار معمول کے درمیان کوئی ایسی پریشانی اور بے بسی انسان کو گھیر لیتی ہے کہ وہ خوشی کے تصور سے بھی زچ ہونے لگتا ہے وہ وقتی غم اور تکلیف زندگی کے سارے ادوار پر محیط ہوتی نظر آنے لگتی ہے۔

انسان ناامیدی کے عالم میں ایسا گمان کرنے لگتا ہے کہ یہ بے اختیاری اور محرومی عمر بھر کی ساتھی ہے جو کبھی بے وفائی نہیں کرے گی۔ہر وقت اور ہر حال میں یہی کیفیت دل و دماغ پہ چھائی رہے گی۔ لیکن انسان نجانے کیوں بھول جاتا ہے کہ ایک دور ایسا بھی تو تھا جب وقت اور حالات بالکل برعکس تھے۔

ہر طرف نعمتوں اور رحمتوں کا نزول تھا تب میں نے کیوں کبھی اس بات پر غور کرنا مناسب نہ جانا کہ میرے ہی لیے یہ سب عنایتیں کیوں؟

اللہ کے بندے اور مقرب انسان تو اور بھی بہت سے ہیں پھر میرے لیے ہی یہ خاص اور مسلسل مہربانیاں کیوں؟

جب انسان مسلسل ملنے والی خوشیوں سے بیزار اور بد دل نہیں ہوتا تو پھر اس تکلیف کے مختصر لمحے میں کیوں اس رب سے ناامید ہونے لگتا ہے جو تاریکی کو روشنی میں بدلنے پر قادر ہے۔

وہ تو صرف کھرے اور کھوٹے کو پرکھ رہا ہے کہ کون اپنے رب کی ذات پر کامل یقین کے دعوے میں سچا ہے اور کون محض باتوں اور کھوکھلے دعووں سے اللہ اور اس کی مخلوق کو دھوکہ دے رہا ہے۔

اور جبکہ انسان کا دل تو رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جسے وہ الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ جانتا ہے کہ کس کی نیت اور دعویٰ کس حد تک سچا اور مضبوط ہے۔

اسی طرح وہ اچھے اور برے حالات سے انسان کو آزماتا رہتا ہے پر مومن وہی ہے جو ہر حال میں اللہ سے امید لگا کے رکھے اور اس کی طرف سے آئے ہر دکھ اور سکھ کو دل سے قبول کرے۔

نادیہ عمر حیات

استاد کی عظمت

استاد ایک چراغ ہے جو تاریک راہوں میں روشنی کے وجود کو برقرار رکھتا ہے۔ استاد وہ پھول ہے جو اپنی خوشبو سے معاشرے میں امن، مہر و محبت و دوستی کا پیغام پہنچاتا ہے۔ استاد ایک ایسا رہنما ہے جو آدمی کو زندگی کی گم راہیوں سے نکال کر منزل کی طرف گامزن کرتا ہے۔

اسلام نے دنیا کو علم کی روشنی عطا کی، استاد کو عظمت اور طالب علم کو اعلیٰ و ارفع مقام عطا کیا ہے، نبیِ کریم ﷺ نے اپنے مقام و مرتبہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا؛ "مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔" (ابن ماجہ: 229)

اسلام نے استاد کو روحانی والد قرار دے کر ایک قابل قدر ہستی، محترم و معظم شخصیت، مربی و مزکی کی حیثیت عطا کی۔ معلّم کے کردار کی عظمت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس عالم رنگ و بو میں معلم اوّل خود رب کائنات ہیں، چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے، اور آدمؑ کو اللہ کریم نے سب چیزوں کے اسماء کا علم عطاء کیا۔ (البقرہ 31:)

قرآن کریم میں تقریباً ہر نبی کے لیے "ویعلمہ الکتاب والحکمتہ" کا جملہ استعمال کیا گیا ہے یعنی "وہ نبی اپنی قوم کو علم و حکمت سیکھاتے ہیں۔"

استاد کے بغیر کوئی بھی قوم گمرہی کا شکار ہو جاتی ہے اسی لیے جو بھی قبیلہ اسلام قبول کرتا پیارے نبی ﷺ وہاں ایک استاد مقرر کر دیتے تھے کہ قوم اندھیرے سے روشنی کی طرف آجائے۔

خود نبی ﷺ نے اہلِ علم کو عزت دی۔ "جنگ بدر کے قیدیوں کا جائزہ لیا جا رہا ہے، کچھ ایسے قیدی بھی ہیں جن کے پاس فدیہ کے لیے کچھ بھی نہیں ہے ایسے میں لسانِ نبوت سے اعلان ہوتا ہے کہ وہ قیدی جو پڑھنا لکھنا جانتے ہیں وہ انصار کے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں یہی ان کا فدیہ ہو گا۔"

یہ علم اور اصحابِ علم کی تعظیم ہی تو ہے۔ استاد کی تعظیم کا منظر دیکھیے کہ فرشتوں کے سردار جبرئیلِ امینؑ تشریف لاتے ہیں اور انبیاء کے سردار اور معلمِ انسانیت کے پاس جب علم حاصل کرنے بیٹھتے ہیں تو باادب اپنے زانو سمیٹ کر بیٹھتے ہیں۔

سبحان اللہ، حضراتِ صحابہ کرامؓ نبی ﷺ کی خدمت میں اس طرح بیٹھتے تھے جیسے سر پر کوئی پرندہ بیٹھا ہو۔ اللہ اللہ استاد کی یہ عظمت!

نادیہ عمر حیات

استاد کی عظمت

اساتذہ کے لیے نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے میری کوئی بات سنی اور اسے یاد رکھا اور اس کو جیسا سنا اسی طرح لوگوں تک پہنچایا۔ (ابو داؤد 366)

خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ معلّمین کو درس و تدریس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ انتظامی امور اور عہدوں پر فائز کرتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کا قول ہے کہ "جس نے مجھے ایک حرف بھی پڑھا دیا میں اس کا غلام ہوں خواہ وہ مجھے آزاد کر دے یا بیچ دے۔" (تعلیم المتعلم: 21)

حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں کہ "ہم استاد سے اتنا ڈرتے اور ان کا اتنا ادب کرتے تھے جیسا کہ لوگ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں۔"

حضرت یحییٰ بن معینؒ بہت بڑے محدث تھے امام بخاریؒ ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ "محدثین کا جتنا احترام وہ کرتے تھے اتنا کرتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔" امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ "میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ جو استاد کی قدر نہیں کرتا وہ کامیاب نہیں ہوتا۔" (تعلیم المتعلم: 22)

مگر بدبختی سے ہمارے معاشرے میں استاد کی عزت سے کسی کرپٹ اور چور سیاسی پارٹی کے رہنما کا احترام زیادہ ہے۔

یہ آفاقی سچائی ہے کہ جس سماج نے استاد کی اہمیت کو جانا اور شعوری طور پر استعمال کو اس کا حق دیا، اس نے کامیابی کی منزلیں عبور کیں اور جس معاشرے نے استاد کی تحقیر و تذلیل کی، ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن گئی۔

اللہ ہم سب کو اپنی اصلاح کی توفیق نصیب کرے۔ آمین!

نادیہ عمر حیات

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ

سید ابو الاعلیٰ مودودی مشہور عالمِ دین اور مفسرِ قرآن اور جماعتِ اسلامی کے بانی تھے۔ بیسوی صدی کے مؤثر ترین اسلامی مفکرین میں سے ایک تھے۔ ان کی فکر، سوچ اور ان کی تصانیف نے پوری دنیا کی اسلامی تحریکات کے ارتقا میں گہرا اثر ڈالا اور بیسویں صدی کے مجدد اسلام ثابت ہوئے۔ مولانا مودودی وہ دوسرے شخص تھے جن کی غائبانہ نماز جنازہ کعبہ میں ادا کی گئی۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی کا سنِ ولادت 1321ھ بمطابق 1903ء ہے۔ جائے پیدائش اورنگ آباد دکن ہے اور آبائی تعلق سادات کے ایک ایسے خاندان سے ہے جو ابتداء میں ہرات کے قریب چشت کے معروف مقام پر آکر آباد ہوا تھا۔ اس خاندان کے ایک مشہور بزرگ خواجہ قطب الدین مودود چشتی تھے جو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے شیخ الشیوخ تھے۔ سید مودودی کا خاندان خواجہ مودود چشتی کے نام نامی سے منسوب ہو کر ہی مودودی کہلاتا ہے۔

انہوں نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ ایک مکمل مذہبی گھرانا تھا۔ ان کے والدِ محترم اور والدہ ماجدہ دونوں کی زندگی مذہبی رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔

سید مودودی کی تربیت ان کے والد نے خاص توجہ سے کی۔ وہ انہیں مذہبی تعلیم خود دیتے تھے۔

اردو، فارسی اور عربی کے ساتھ ساتھ فقہ اور حدیث کی تعلیم بھی اتالیق کے ذریعے گھر پر دی جانے لگی۔ تعلیم کے ساتھ اخلاقی اصلاح کا بھی وہ خاص خیال رکھتے تھے۔ اسی لیے سید مودودی کے والد نے انہیں کسی مدرسے میں داخل نہیں کرایا، بلکہ گھر پر ہی پڑھاتے رہے۔

ابتدائی دور کے پورے گیارہ برس انہوں نے اپنے بیٹے کو براہِ راست اپنی نگرانی میں رکھا اور کسی مکتب یا مدرسہ میں بھیجنا گوارہ نہ کیا بلکہ ان کی تعلیم کا گھر پر اتالیق رکھ کا انتظام کیا تاکہ مدرسے اور اسکول میں زمانے کی بگڑی ہوئی روسے وہ اپنے بچے کو بچا سکیں۔

سید مودودی کے والدِ محترم نے ان کی تربیت پر خصوصی توجہ دی اور ان کی بہت اچھے اور عمدہ طریقے سے تربیت کی۔ سید صاحب کے گھر میں دہلی کے شرفاء کی صاف ستھری زبان بولی جاتی تھی۔ سید مودودی کے والد نے اس چیز کا بہت خیال رکھا کہ ان کی زبان پر کوئی غیر مناسب بازاری لفظ نہ چڑھ پائے۔

نادیہ عمر حیات

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ

جب بھی وہ ایسا کوئی لفظ ان کی زبان پر چڑھا ہوا محسوس کرتے تو ٹوکتے اور صحیح لفظ بولنے کی عادت ڈالتے۔

جہاں تک ذہنی ساخت اور تربیت کا تعلق ہے، سید صاحب کے والد محترم انہیں رات کو اکثر پیغمبروں کے قصے اور تاریخ اسلام کے اہم سبق آموز واقعات سنایا کرتے۔ ہندوستان کی تاریخ کی سبق آموز کہانیاں اور نیک لوگوں کی زندگی کے حالات بتاتے۔ ظاہر ہے کہ ان باتوں کا سید مودودی کے ذہن نے گہرا اثر قبول کیا اور ان میں نیکی، بھلائی، عظمت، بزرگی، اسلام کی سربلندی اور ایثار و قربانی کے جذبات پیدا ہوئے اور ساتھ ہی ان میں بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کا فطری رحجان بھی پیدا ہو گیا۔

سید صاحب کو گیارہ سال کی عمر میں گھریلو تعلیم کی مناسب تکمیل کے بعد مدرسہ فرقانیہ اورنگ آباد کی آٹھویں جماعت میں براہِ راست داخل کیا گیا۔ اس وقت ان کی معلومات تمام مضامین میں اپنے ہم جماعتوں سے بہت زیادہ تھیں، حالانکہ وہ آٹھویں جماعت میں سب سے چھوٹی عمر کے طالب علم تھے۔

مولوی کلاس میں آنے کے بعد سید صاحب کو جدید علوم کیمیا، طبیعیات، ریاضی وغیرہ سے واقفیت اور دلچسپی پیدا ہوئی اور پھر جدید معلومات میں بھی وسعت پیدا ہوتی چلی گئی۔

سید صاحب نے 1914ء میں مولوی کا امتحان دیا اور کامیاب ہوئے لیکن یہ وہ دور تھا جب سید صاحب کے والدِ محترم کی مالی مشکلات بہت بڑھ گئیں تھیں۔ وکالت سے اجتناب اور دینداری میں شدید انہماک کے باعث گھر کے مالی حالات میں وہ اورنگ آباد چھوڑ کر حیدرآباد تشریف لے گئے اور سید صاحب کو مولوی عالم کی جماعت میں داخل کرا دیا۔ اس زمانے میں دار العلوم کے صدر مولانا حمید الدین فراہی تھے جو مولانا امین احسن اصلاحی کے بھی استاد تھے۔ سید صاحب کے والد انہیں دارالعلوم میں داخل کرا کے خود بھوپال تشریف لے گئے اور سید صاحب دارالعلوم میں زیرِ تعلیم رہے لیکن تعلیم کا یہ سلسلہ چھ ماہ سے زیادہ عرصہ تک جاری نہ رہ سکا، ایک روز بھوپال سے اطلاع آئی کہ سید صاحب کے والد محترم پر فالج کا سخت حملہ ہو گیا ہے۔

نادیہ عمر حیات

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ

چنانچہ مدرسے کی رواجی تعلیم ختم ہوگئی اور ڈیڑھ دو سال کے تلخ تجربات نے یہ سبق سکھایا کہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لیے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا لازمی ہے۔

بہر حال والدِ محترم کے انتقال کے بعد سید مودودیؒ کو معاش کی فکر لاحق ہوئی۔ والد محترم کوئی جائیداد چھوڑ کر نہیں گئے تھے۔ یہ کوئی رؤسا کا خاندان نہ تھا نہ دربار داری ان کا پیشہ تھا۔ ان کا خاندان ایک سیدھا سادا دیندار اور شریف خاندان تھا جو جاگیروں پر نہیں بلکہ اپنی قوت بازو پر اپنی معاش کی بنیاد رکھتا تھا۔

والد کے انتقال کے بعد اس چھوٹی سی عمر میں پہلی بار سید مودودی کو بھی احساس ہوا کہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لئے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں لکھنے کی زبردست قابلیت عنایت فرمائی تھی چنانچہ انہوں نے ارادہ کرلیا کہ قلم کے ذریعے ہی اپنے خیالات کو لوگوں تک پہنچائیں گے اور اسی کو ذریعہ معاش بھی بنائیں گے۔ اس طرح ایک تو مسلمانوں کی بھلائی اور اسلام کی خدمت کا کام ہوگا اور دوسرے معاش کا وسیلہ بھی ہو جائے گا۔

چنانچہ ایک صحافی کی حیثیت سے انہوں نے اپنے کیریئر کا آغاز کیا اور پھر متعدد اخبارات میں ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا جن میں اخبار "مدینہ" بجنور (یوپی)، "تاج" جبل پور اور جمعیت علماء ہند کا روزنامہ "الجمعیۃ" دہلی خصوصی طور پر شامل ہیں۔ ایک بار مولانا محمد علی جوہر نے بھی سید مودودی کو اپنے اخبار "ہمدرد" میں کام کرنے کی دعوت دی تھی مگر "الجمعیۃ" والوں سے آپ کے پرانے تعلقات تھے، اس لیے آپ مولانا محمد علی جوہر کی پیش کش کو قبول نہ کر سکے۔ اگرچہ سیاسی اختلافات کی بنا پر انہیں میں روزنامہ الجمعیۃ کو بھی چھوڑنا پڑا۔ سیاسی تصورات میں سید مودودیؒ مولانا جوہر کے خیالات سے زیادہ ہم آہنگ تھے۔

بچپن میں آپ نے سب سے پہلے علامہ اقبالؒ کی مشہور نظم "شکوہ" پڑھی تھی۔ والد محترم سید احمد حسن صاحب نے آپ کو ہندوستان کی سیاسی تاریخ بھی پڑھا دی تھی۔ چنانچہ جب وہ صحافی بنے تو انہوں نے ملکی حالات کا براہِ راست مطالعہ کیا۔

نادیہ عمر حیات

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ

ویسے بھی ان کا گھرانہ بہت تعلیم یافتہ اور باشعور تھا۔خاص طور پر انگریزوں سے نفرت تو اس گھر میں بہت زیادہ تھی۔ ان وجوہات کی بنا پر اس زمانے میں ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف جو تحریکیں اٹھیں مثلاً تحریکِ خلافت، تحریکِ ستیہ گرہ اور تحریکِ ترکِ موالات وغیرہ، سید مودودیؒ نے مسلمانوں کی بھلائی کے خیال سے ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انہوں نے ترک مسلمانوں کی حمایت میں انگریزوں کے خلاف بڑے پر جوش مضامین لکھے، ہندی مسلمانوں میں جو اخلاقی برائیاں پائی جاتی تھیں انہیں واضح کیا اور اس کے ساتھ ہی مسلمان لیڈروں کی سیاسی غلطیوں سے بھی آگاہ کیا۔ مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کے لیے بہت سے مفید اور قابلِ عمل مشورے دیے اور ہمیشہ مسلمانوں کی اصلاح کے لیے کام کیا۔ اخبار نویسی کے زمانے میں سید مودودی نے اپنی ذاتی کوشش سے انگریزی بھی سیکھ لی اور جدید علوم پڑھنے کے ساتھ ساتھ مختلف اساتذہ سے عربی ادب، تفسیر، حدیث، فقہ، منطق اور فلسفے کی کتابیں بھی پڑھیں۔ اس طرح ان کی علمی قابلیت میں بہت اضافہ ہو گیا اور وہ قدیم اور جدید علوم میں ماہر ہو گئے۔

ہندی مسلمانوں کے حالات سید مودودی کے لیے بہت تکلیف دہ تھے۔ وہ ان کی بدحالی، بے بسی اور بے حسی پر بہت کڑھتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ اسلام کے سچے پیروکار بن کر دنیا میں حقیقی اسلامی زندگی کا نمونہ پیش کریں۔ اس زمانے میں انہوں نے ایک مضمون لکھا کہ آج جتنی کمزوریاں بھی مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہیں صرف اس لیے ہیں کہ ان میں سے اسلامی روح نکل گئی ہے اور وہ بھول گئے ہیں کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ کیا ہیں۔ اگر مسلمان اسلام کی پیروی کریں تو ساری دنیا کو مسلمان بنا سکتے ہیں اور دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کی بھلائی کی مختلف تدبیروں پر اکثر غور کیا کرتے۔ اسی اثناء میں 1925ء میں جب جمعیت علماء ہند نے کانگرس کے ساتھ اشتراک کا فیصلہ کیا تو سید مودودی نے بطور احتجاج اخبار "الجمعیت" کی ادارت چھوڑ دی اور اس سے الگ ہو گئے۔ اس لیے کہ وہ متحدہ قومیت کے سخت مخالف تھے اور کانگرس کو مسلمانوں کے مفادات کے خلاف جماعت سمجھتے تھے۔

نادیہ عمر حیات

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ

جس زمانے میں سید مودودی "الجمعیۃ" کے ایڈیٹر تھے۔ ایک شخص سوامی شردھانند نے شدھی کی تحریک شروع کی جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو ہندو بنا لیا جائے۔ چونکہ اس تحریک کی بنیاد نفرت، دشمنی اور تعصب پر تھی اور اس نے اپنی کتاب میں حضور ﷺ کی توہین کی تھی جسے کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا اس لیے کسی مسلمان نے غیرت ایمانی میں آکر سوامی شردھانند کو قتل کر دیا۔ اس پر پورے ہندوستان میں ایک شور برپا ہو گیا۔ ہندو دینِ اسلام پر حملے کرنے لگے اور اعلانیہ یہ کہا جانے لگا کہ اسلام تلوار اور تشدد کا مذہب ہے۔

سید مودودی اس صورتِ حال پر بہت رنجیدہ تھے۔ ان کے دل میں اسلام کی محبت اور مسلمانوں کا درد بھرا ہوا تھا۔ اسلام کی خدمت کرنے کے لیے ان کے دل میں بہت اضطراب تھا۔ انہی دنوں مولانا محمد علی جوہر نے دہلی کی جامع مسجد میں تقریر کی جس میں بڑی دردمندی کے ساتھ انہوں نے اس ضرورت کا اظہار کیا کہ کاش کوئی شخص اسلام کے مسئلہ جہاد کی پوری وضاحت کرے تاکہ اسلام کے خلاف جو غلط فہمیاں آج پھیلائی جا رہی ہیں وہ ختم ہو جائیں۔ اس پر سید مودودی کو خیال آیا کہ کیوں نہ میں ہی یہ کام کروں۔

چنانچہ انہوں نے "الجہاد فی الاسلام" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اس وقت سید مودودی کی عمر 24 برس تھی۔ اس چھوٹی سی عمر میں ایسی معرکۃ الآرا کتاب آپ کا ایک حیرت انگیز اور عظیم الشان کارنامہ تھا جس پر ہر طرف سے آپ کو داد ملی۔ اس کتاب کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا: "اسلام کے نظریۂ جہاد اور اس کے قانونِ صلح و جنگ پر یہ ایک بہترین تصنیف ہے اور میں ہر ذی علم آدمی کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس کا مطالعہ کرے۔"

سید مودودی کے دل میں اسلام کا بہت درد تھا اور وہ اس کے لیے دن رات سوچتے رہتے تھے۔ ان دنوں ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت آج سے بھی زیادہ خراب تھی۔ سید مودودی مسلمانوں کی اصلاح کرنا چاہتے تھے چنانچہ روزنامہ الجمعیت جو کانگرسی مسلمانوں کا اخبار بن گیا تھا اس کی ادارت اور اخبار نویسی چھوڑ کر سید مودودی حیدرآباد دکن چلے گئے۔ حیدرآباد میں قیام کے زمانے میں سید مودودی نے مختلف کتابیں لکھیں، اس کے ساتھ ہی وہ ہندوستان کے سیاسی حالات اور مسلمانوں کی حالت کا بھی گہرا مطالعہ کرتے رہے۔

نادیہ عمر حیات

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ

اس دوران وہ قوم کے اصلاحِ احوال کی مختلف تدبیروں پر بھی مسلسل غور کرتے رہے۔ آخر کار انہوں نے اصلاحِ قوم کے مقصد کے لیے 1932ء میں حیدرآباد سے رسالہ "ترجمان القرآن" جاری کیا۔ مسلمانوں کی بھلائی کے لیے وہ جو کام کرنا چاہتے تھے ان کے ذہن میں اس کی ترتیب یہ تھی کہ پہلے مسلمانوں کے ذہنوں سے مغربی قوموں کی نقالی اور مرعوبیت، یورپ کے خیالات اور ان کے طور طریقوں کا زور توڑا جائے پھر ان کے ذہنوں میں یہ بات بٹھائی جائے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر مسئلے میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔

چنانچہ 1935ء میں آپ نے "پردہ" کے نام سے اسلامی پردے کی حمایت میں ایک شاندار کتاب لکھ کر ان لوگوں کا منہ بند کر دیا جو اسلامی پردے پر یورپ سے مرعوب ہو کر طرح طرح کے اعتراض کیا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ "تنقیحات" اور "تفہیمات" کے مضامین لکھے جن کے ذریعے انہوں نے تعلیم یافتہ مسلمانوں میں سے فرنگی تہذیب کی مرعوبیت ختم کر دی۔

1979ء میں سید مودودی کے گردے اور قلب میں تکلیف ہوئی جس کے علاج کے لیے آپ ریاست ہائے متحدہ امریکہ گئے جہاں ان کے صاحب زادے بطور معالج برسرِ روزگار تھے۔

آپ کے چند آپریشن بھی ہوئے مگر 22 ستمبر 1979ء کو 76 برس کی عمر آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کا پہلا جنازہ بفیلو، ریاست نیویارک میں پڑھا گیا اور پھر آپ کا جسدِ خاکی پاکستان لایا گیا اور لاہور کے قذافی اسٹیڈیم میں آپ کا جنازہ قطر یونیورسٹی کے وائس چانسلر، سابق صدر اخوان المسلمون شام علامہ یوسف القرضاوی نے پڑھایا۔
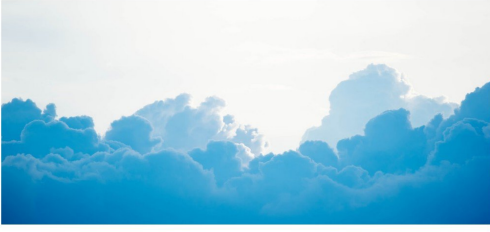
عمیمہ عبدالرشید

نیلا آسمان

یہ نیلا پرسکون آسمان اس بات کا گواہ ہے کہ محبت کا رنگ نیلا ہوتا ہے۔
میں گھنٹوں اس نیلے آسمان کو تکتی رہتی ہوں، اک پرسکون احساس وجود میں اترتا ہے۔
محبت بھی تو ایسا ہی اثر رکھتی ہے ناں!
ہاں! کبھی سیاہ بادل اسے ڈھانپ لیتے ہیں، جیسے محبت کو خزاں آن پکڑتی ہے مگر یہ سیاہی تو وقتی ہوتی ہے یا شاید محبت کا امتحان ہوتی ہے۔
محبت کا امتحان؟
نہیں سمجھے تم؟
دیکھو جب سیاہ بادل اس آسمان پر پھیلتے ہیں تو وقتی اندھیرا تو کرتے ہیں مگر ان کے جاتے ہی پھولوں پہ بہار آ جاتی ہے، فضا کو ٹھنڈی ہوائیں تسکین کا سامان تھما دیتی ہیں، چڑیوں کی چہچہاہٹ، گھروں میں پکتے نت نئے پکوان، گلی میں کھیلتے بچوں کی آوازیں، نم مٹی کی پھیلی چار سو میٹھی دھیمی خوشبو جینے کا مزہ دینے لگتی ہے۔ پس یونہی جو کوئی سیاہی مائل دنوں میں بھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑے، یہاں تک کہ محبت کا آسمان پھر سے نیلا ہونے لگے تو جان لو کہ وہی تمہارا ہے کیونکہ یہ اندھیرا تو آزمائش تھا، محبت کا رنگ تو نیلا ہوتا ہے ناں!

سجل راجہ

سترہ روزہ جنگ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں اپنی عبادت کے مقدس فریضے گے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھلائی کے لیے بھیجا۔ بھلائی میں سرِفہرست امن و آشتی قائم کرنا ہے لیکن کچھ انسان اور انسانیت کی دشمن قومیں طاقت اور مفاد کے لیے دوسروں کا خون کرنے کو تیار رہتی ہیں۔ پاکستان کا پیدائشی دشمن بھارت ایسی جارحیت اور بدامنی میں سرِفہرست ہے۔ قرآن پاک میں ایسی ہی انسانیت سوز قوموں سے مقابلے کے لیے ہمہ وقت تیار رہنے کا حکم دیا ہے۔ سورہ انفال آیت نمبر چالیس میں ربِ دو جہاں کا ارشاد مبارک ہے کہ: اور تم لوگ جہاں تک ہو سکے زیادہ سے زیادہ طاقت، تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان (کفار) کے مقابلے کے لیے مہیا رکھو تاکہ اس کے ذریعے سے اللہ اور اپنے دشمنوں کو خوفزدہ کر سکو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔

سرکارِ دو جہاں ﷺ نے بھی امت کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جنگ کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت مانگو لیکن جب جنگ چھڑ جائے تو ثابت قدم رہو اور یہ سمجھ لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔" (بخاری و مسلم)

8 اکتوبر 1947ء کو قائداعظم نے افواجِ پاکستان کے افسران سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: اگر کوئی ایسا وقت آ جائے کہ پاکستان کی حفاظت کے لیے جنگ لڑنی پڑے تو کسی صورت میں ہتھیار نہ ڈالیں اور پہاڑوں، جنگلوں، میدانوں اور دریاؤں تک میں جنگ جاری رکھیں۔ گپکپنگمبیگ تاریخ شاہد ہے کہ ہندو ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ بغض کی بنا پر جنگ کرتے آئے ہیں۔ مسلمانوں کی مستحکم حکومت سے کبھی ہندو خوش نہ رہے۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت 14 ہجری میں ہندو مسلم کا پہلا معرکہ ہوا۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت 28 ہجری میں ہرات مکران کی جنگ ہوئی۔ متحدہ ہندوستان میں کبھی ہندوؤں نے مسلمانوں سے کبھی اچھا سلوک نہ کیا اور تقسیم کا بھی سخت مخالف تھا۔ بھارت کا خواب تھا صرف ہندوؤں ہی ہندوستان کے حاکم ہوں۔ قائداعظم کی بصیرت سے پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو بھارت نے ہر ممکن جارحیت سے پاکستان کو کچلنے کی کوشش کی۔

سجل راجہ

سترہ روزہ جنگ

مہاجرین کا مسئلہ ہو، پانی، فوجی اثاثے، کشمیر، ریلوے انجنوں، حیدرآباد، دکن اور بہت سے مسائل میں بھارت نے پاکستان کو مفلوج کرنے کی کوشش کی۔ 65 کی جنگ میں بھارت کا بڑا منصوبہ پاکستان کو دوبارہ بھارت میں شامل کرنے کا تھا۔ 6 ستمبر کو انڈیا کے تعفن ذدہ سوچ اور آوارہ تخیل کے مالک کمانڈر انچیف کا اعلان تھا: ہم آج شام کی چائے لاہور کے جم خانے میں پییں گے۔ لیکن بھارتی کمانڈر کے خواب کو لاہور کے اندر کیا سرحد کی حد تک بھی کوئی تعبیر نہ مل سکی۔ کیونکہ دشمن بھول گیا تھا اس نے ایک ایسی قوم کو للکارا ہے جس کے ماتھے پہ کلمہ توحید ہے۔ جس کی بنیاد اسی کلمہ توحید پہ شہید ہونے والے لاکھوں مجاہدوں کے خون پر ہے، جو محمد ﷺ سے وفا کرے تو رب لوح و قلم بھی عطا کر دیتا ہے، یہ تو پھر ایک فتح تھی۔ جس ارضِ پاک کی بنیاد تو سفرِ طائف میں رسول ﷺ نے اپنی دعا میں ربِ دو جہاں سے مانگی تھی۔ جس ارضِ پاک کا ہر فرد مصطفی ﷺ کا سپاہی ہے۔

سترہ روزہ جنگ میں بھارت نے ہر طرح پاکستان سے زیادہ نقصان اٹھایا۔ دشمن کے 7000 سے زائد فوجی افسر اور جوان مارے گئے۔ پاک فوج کے 830 فوجی شہید ہوئے۔ بھارت کے 115 طیارے پاک فضائیہ نے تباہ کیے اور پاک فضائیہ کے صرف 14 طیارے ضائع ہوئے۔ بھارت کا 1617 مربع میل کا علاقہ پاکستان کے فوجی جوانوں نے قبضے میں لے لیا۔ پاکستان کا صرف 446 مربع میل علاقہ بھارت پاس گیا۔ پاکستان نے 1158 جبکہ بھارت نے 739 قیدی واپس کیے۔

انٹرنیشنل پریس نے 65 کی پاک بھارت کی خوب کوریج کی۔ نیو یارک ٹائمز نے، 9 ستمبر کو لکھا: "بھارتی فوج کسی حالت میں بھی کسی جگہ پاکستانی فوج کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہی۔"

ٹائمز آف انڈیا بمبئی 13 ستمبر کو لکھتا ہے: "عالمی رائے عامہ نے بھارتی نقطۂ نظر کے خلاف کسی بھی حکومت نے بھارت کی حمایت اور پاکستان کی مخالفت نہیں کی۔"

سجل راجہ

سترہ روزہ جنگ

19 ستمبر کو لندن کا اخبار سنڈے ٹائمز یوں لکھتا ہے: "پاک فضائیہ نے بھارتی فضاؤں کو مکمل طور پر اپنے کنڑول میں لے لیا۔ بھارتی طیارے فضا میں نظر نہیں آتے۔"

سترہ روزہ جنگ میں بھارتی فضائیہ کی بمباری سے 431 افراد شہید، 376 زخمی ہوئے۔ لیکن وطن کے ہر پیر و جوان کا عزم و یقین بلند تھا۔ وطن کی مٹی سے خون سے زرخیز کرنے کا وعدہ تھا۔ ہر شخص اپنی جان سو بار وطن پہ نثار کرنے کو تیار تھا۔

ارض حجاز کا نظارہ پیش کر رہا تھا وطن جس میں ہاتھیوں کے لشکر کو ابابیلیں کچل رہی تھیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہؐ کا نعرہ لگا کر مُحَمَّدؐ رَسُولُ اللہؐ کے اسم کو دل و نگاہ میں بسا کر تائیدِ ربی سے فرشتوں کی نصرت سے یہ جنگ اسلام کے شیروں نے جیت لی اور دشمن کو پیغام دیا کہ ناپاک نگاہ بھی پاک وطن پر نہ ڈالنا، قدم تو دور کی بات ہے۔

؎ سرحدوں کے رکھوالے تیرے وہ جوان ہیں
اہلِ ایمان ہیں، ایماں والوں کی شان ہیں

شمیمہ صدیق شمیؔ

انتخاب

جب آنکھوں سے پردہ ہٹا
اور ساری حقیقت اس کے سامنے آ گئی، پچھتاوے اسے کسی زہریلے ناگ کی طرح ڈھسنے لگے۔

"یہ یہ کیا ہو گیا میرے
ساتھ، اتنا بڑا دھوکہ؟" اس کے لبوں پر پچھلے کئی گھنٹوں سے مسلسل یہی جملہ تھا۔

اسے جو کچھ بھی بتایا یا دکھایا
گیا تھا، وہ سراسر جھوٹ تھا اور حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ جس شخص سے بے تحاشہ محبت کی اور اندھا اعتبار کیا، اسی شخص نے اسے دکھ کے گہرے کنویں میں پھینک دیا تھا۔

اپنی بےبسی اور شدتِ
کرب میں اسے اپنے والد کی کہی گئیں بہت ساری باتیں یاد آئیں تو آنسوؤں کی روانی بڑھ گئی۔

"بیٹا! ابھی بھی وقت ہے
سنبھل جاؤ، تم اپنے ساتھ بہت غلط کر رہی ہو، تمہیں اندھیرے میں رکھا گیا ہے اور تم اس تاریکی کو سورج سمجھ بیٹھی ہو، بیٹا پیتل کو سونا سمجھنے کی غلطی نہ کرو۔

میں نے دنیا دیکھی ہے اور
میں یقین سے کہتا ہوں کہ تمہارا انتخاب غلط ہے"۔

شازیہ آفرینؔ

اساتذہ کا عالمی دن

دنیا کے کئی ممالک میں 5 اکتوبر کو "اساتذہ کا عالمی دن" منایا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے کا مقصد اساتذہ کو سلام پیش کرنا ہے اور انکا مقام معاشرے میں اُجاگر کرنا ہے۔

یومِ اساتذہ منانے کیلئے یہ دن 1994ء میں یونیسکو کی طرف سے مقرر کیا گیا تھا۔ اس دن پوری دنیا کے اسکولز، کالجز، یونیورسٹیز اور دیگر تمام تعلیمی اداروں میں اساتذہ کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے پروگرامز اور کانفرنسز منعقد کی جاتی ہیں۔ شاگردوں کی طرف سے اپنے اساتذہ کو تحائف پیش کئے جاتے ہیں۔ اور تشکر کے کلمات ادا کئے جاتے ہیں۔ اس دن انسانی شعور کی افزائش میں اساتذہ کے کردار کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ ان کی خدمات کو نہ صرف ایکناج کیا جاتا ہے بلکہ ان خدمات پر اظہارِ تشکر بھی کیا جاتا ہے۔ معاشرے اور طلباء کمیونٹی کے اس طرزِ عمل سے اساتذہ کو اپنی خدمات جاری رکھنے کا نہ صرف حوصلہ ملتا ہے بلکہ تعلیم وتدریس کے میدان میں اپنے کردار کو مزید بہتر اور موثر بنانے کی کوشش کرنے کا بھی حوصلہ ملتا ہے۔

2009ء میں عالمی یومِ اساتذہ کے حوالے سے یہ ہدف مقرر کیا گیا ہے کہ 2015ء تک دنیا بھر میں تعلیم کو عام کیا جائے گا اور بلند معیار تعلیم کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے گا۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے میں پیشہ ور اساتذہ کو ان کا جائز مقام ملے اور انہیں دورِ جدید میں نظام تعلیم میں ہونے والی تبدیلیوں سے وقتاً فوقتاً باخبر کیا جائے۔

ہماری زندگی میں استاد کا ایک اہم مقام ہے۔ یہ استاد ہی ہیں جو ہمارے شعور کو بیدار کرتے ہیں، ہمیں تراش کر پتھر سے کوہِ نور بنا دیتے ہیں۔ استاد ہمارے روحانی والدین ہیں کیونکہ والدین ہمیں بچپن میں اساتذہ کے حوالے کر دیتے ہیں وہی اُساتذہ ہمیں اچھی تربیت دیتے ہیں ہمیں اتنا قابل بنا دیتے ہیں کہ ہم اچھے اور بُرے کے فرق کو سمجھنے اور جینے کا طریقہ سیکھ لیتے ہیں۔ معاشرے میں جتنے بھی ڈاکٹر، وکیل، جج، انجینئر، پولیس، آرمی، وزیر ہیں وہ سب استاد کی بدولت ہے کیونکہ انھوں نے تعلیم اور تربیت دی ہے۔

شازیہ آفریںؔ

اساتذہ کا عالمی دن

میں آج یہ الفاظ لکھ پا رہی ہوں تو اپنے استاد کی بدولت اور آپ سب میری تحریر پڑھ رہیں ہیں تو وہ بھی استاد کے بدولت استاد کا کردار ہمارے معاشرے اور زندگی کیلئے بہت اہم ہے۔

اسلام میں استاد کا جو مقام ہے وہ شاید کسی سے مخفی نہیں۔ اسلام نے تعلیم کو جو مقام دیا ہے اسی سے تعلیم دینے والے استاد کا مقام بھی متعین ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم کی پہلی وحی اقراء باسم ربک الذی خلق ہے۔ اس پہلی وحی کے پہلے لفظ سے ہی تعلیم و تعلم اور پڑھنے پڑھانے کی ترویج کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ علم نہ ہو تو اللہ پر ایمان بھی درست نہں ہو سکتا۔ لہٰذا ایمان کو بھی تعلیم کی مدد سے ہی سیکھا جا سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو جو منصبِ نبوت عطا کیا گیا اس کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری تعلیم و تعلم بھی ہے۔ فرمایا: "لقد منّ اللہ علی المؤمنین اِذ بعث فیھم رسولا من اُنفسھم یتلو علیھم آیاتہ، ویزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ، وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین"۔ (آل عمران: 164)

ترجمہ: "بالیقین اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا جب اس نے ان ھی میں سے ایک کو رسول بنا کر بھیجا جو ان پر اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے، اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، بے شک اس سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراھی میں مبتلا تھے"۔

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے چار مناصب بیان کیے گئے ہیں:

1۔ وحی سے حاصل کردہ آیات امت تک پہنچانا
2۔ امت کا قلبی تزکیہ کرنا
3۔ کتاب اللہ کی تعلیم
4۔ حکمت و دانائی کی تعلیم

رسول اللہ ﷺ نے خود اپنا تعارف ایک استاد اور معلم کی حیثیت سے کرایا ہے۔ فرمایا: انما بعثت معلما (ابن ماجہ) "مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے"۔

اس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلام نے استاد کو کیا مقام عطا کیا ہے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے مجھے ایک لفظ پڑھایا میں اس کا غلام ہوں۔

شازیہ آفرینؔ

اساتذہ کا عالمی دن

اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ استاد کا درجہ بہت بلند ہے۔
سکندر اعظم کا قول ہے کہ "میرے والدین نے مجھے زمین پر اتارا اور میرے استاد نے مجھے آسمان کی بلندی تک پہنچا دیا"۔ آج اگر دنیا میں کوئی بھی کامیاب انسان دیکھتے ہیں تو اس کامیاب انسان کے پیچھے ایک استاد ہوتا ہے جس نے اپنے شاگرد کو کامیابی کا راستہ دکھایا ہوتا ہے۔ استاد میری نظر میں دو ہوتے ہیں ایک آپ کو تعلیم دیتا ہے اور دوسرا آپ کو زندگی جینے کا ہنر اور مشکلات کا سامنا کرنے کی ہمت دیتا ہے اور آپ کے ساتھ ہمیشہ کھڑا رہتا ہے آپ کو سیدھا راستہ دیکھاتا ہے۔

ہمیشہ کوشش کریں اپنے اساتذہ کی عزت کریں ان سے ادب اور احترام کے ساتھ پیش آئیں کیونکہ اساتذہ ہمارے روحانی ماں باپ ہوتے ہیں۔ صرف ایک دن اساتذہ کیلئے نہیں منائیں ہر دن اساتذہ کو یاد کریں، انہیں نیک دعاؤں میں یاد کریں، کہیں بھی انہیں دیکھیں تو عزت اور احترام دیں، جب بھی موقع ملے ان کی تعریف کریں اور سب کو بتائیں کیسے آپ کے استاتذہ نے آپ کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ میری دعا ہے میرے اساتذہ ہمیشہ سلامت رہیں۔ آمین!
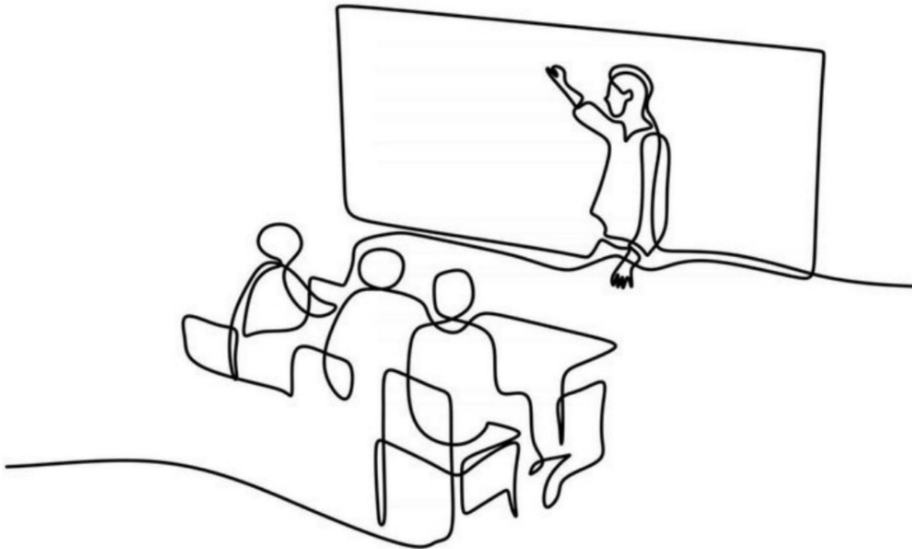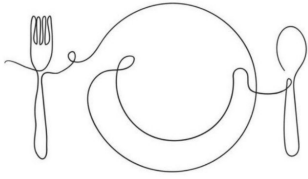
شازیہ آفرینؔ

خوراک کا عالمی دن

خوراک زندگی کی ضروریات میں سے ایک ہے۔ انسان کپڑوں اور پناہ کے بغیر زندہ رہ سکے گا، لیکن وہ کھانے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ عالمی یومِ خوراک ہر سال 16 اکتوبر کو منایا جاتا ہے۔ یہ خوراک اور زراعت کی تنظیم (ایف اے او) کا یومِ تاسیس ہے۔ یہ ادارہ 1945ء میں قائم ہوا۔ اس دن کو منانے کا مقصد خوراک اور غذائیت کی اہمیت کے بارے میں شعور اجاگر کرنا اور بھوک، ناقص غذا اور غربت کے خلاف جدوجہد میں اتحاد کو مستحکم کرنا؛ عالمی سطح پر خوراک کی پیداوار میں اضافہ کرنا ہے۔ اس دن کی مناسبت سے دنیا بھر میں مختلف تقریبات و سیمینار کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔

اقوامِ متحدہ کے فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن کے اعداد و شمار کے مطابق 2021ء میں قدرتی اور انسان ساختہ آفات، وبا اور مسلسل بین الاقوامی تنازعات جیسے عوامل کی وجہ سے دنیا میں بھوک سے مرنے والے افراد کی تعداد 828 ملین تک پہنچ گئی ہے۔ 3.1 بلین لوگ متناسب خوراک کے متحمل نہیں ہوسکتے۔

اقوام متحدہ کے فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن کے ڈائریکٹر جنرل چھو دونگ یو نے کہا کہ ہمیں اب اس حوالے سے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں ایک بہتر مستقبل کی تعمیر اور ہر کسی کو مکمل غذائیت سے بھرپور خوراک تک باقاعدہ رسائی دینے کے لئے مل کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

خوراک کے عالمی دن کے موقع پر امریکہ نے دنیا بھر میں غذائی عدم تحفظ سے نمٹنے کے لیے زراعتی منصوبوں میں سرمایہ کاری کا اعلان کیا ہے۔ 2022ء کے آغاز میں دنیا بھر میں 190 ملین سے زیادہ لوگ خوراک کے عدم تحفظ کا شکار تھے۔ محکمہ خارجہ کا کہنا ہے کہ یوکرین میں جنگ سے اس تعداد میں 70 ملین افراد کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ آب و ہوا کے بحران کی وجہ سے زراعت سے متعلق بڑھتی ہوئی غیر یقینی صورتحال کی موجودگی میں یہ یقینی بنانا پہلے سے کہیں زیادہ اہمیت اختیار کر چکا ہے کہ دنیا بھر کے لوگوں کو اپنی ضرورت کی خوراک دستیاب ہو۔ اس سلسلے میں امریکہ کا بین الاقوامی ترقیاتی ادارہ (یو ایس ایڈ) غذائی عدم تحفظ سے نمٹنے کے لیے کئی ایک منصوبے شروع کر رہا ہے۔
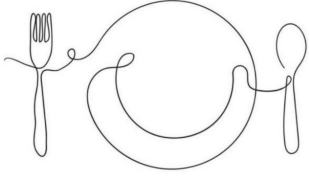
شازیہ آفرینؔ

خوراک کا عالمی دن

ان منصوبوں کے تحت موسمیاتی بحران سے صومالیہ اور ایتھوپیا جیسے شدید طور پر متاثرہ ممالک پر خصوصی توجہ مرکوز کی جائے۔ یو ایس ایڈ نے نے بھوک اور غذائی قلت کے خاتمے اور خوراک کے پائیدار اور لچکدار نظام کی تعمیر کے لیے امریکی حکومت کے عزم کو اجاگر کرنے کے لیے امریکی حکومت کی "گلوبل فوڈ سیکیورٹی ریسرچ سٹریٹیجی" کے نام سے غذائی سلامتی پر تحقیق کی عالمی حکمت عملی کا آغاز کیا۔ اس نئ حکمت عملی کے تحت دنیا بھر میں بھوک اور غذائیت کی قلت کی بنیادی وجوہات کو دور کرنے کے لیے پائیدار حل تلاش کیے جائیں گے جس کی نگرانی یو ایس ایڈ اور امریکی محکمہ زراعت مل کر کریں گے۔ یو ایس ایڈ کی طرف سے اعلان کردہ اضافی فنڈنگ میں مندرجہ ذیل فنڈنگز بھی شامل ہیں:

1) افریقہ کے زیریں صحارا کے پورے خطے میں "سپیس ٹو پلیس" منصوبے کو وسعت دینے کے لیے 27 ملین ڈالر تاکہ زمین کو زرخیز بنانے کے طریقوں کو بہتر بنایا جاسکے۔

کنیاٹا یونیورسٹی کے آئی ایس اے اے اے ایفری سنٹر اور عدیس ابابا یونیورسٹی کی نوبیل انعام یافتہ "جینوم ایڈیٹنگ" ٹکنالوجی کے استعمال کو وسعت دینے کے لیے 3.8 ملین ڈالر مختص کرنے کا منصوبہ بنایا تاکہ جڑی بوٹیوں کی مزاحمت کرنے والی جوار کی فصل تیار کی جاسکے۔

3) "ایفورڈ پراجیکٹ" کے ذریعے خوراک میں غذائیت کا اضافہ کرنے کی کوششوں میں اضافہ کرنے کے لیے 75 ملین ڈالر۔ ایفورڈ پراجیکٹ محفوظ اور دیرپا طریقے سے غذائیت کے اہم اجزاء فراہم کرنے کی ایک پرجوش کوشش ہے۔

یو ایس ایڈ کی ایڈمنسٹریٹر، سمنتھا پاور نے کہا کہ "ایک ایسی دنیا میں جہاں موسمیاتی تبدیلی مزید تباہ کن جھٹکوں کا باعث بن رہی ہے جن کے انتہائی سنگین اثرات غریب کسانوں پر پڑ رہے ہیں، وہاں ہم خوراک کے ایک بحران سے خوراک کے دوسرے بحران میں پھنستے چلے جانے کے چکر کو کیسے ختم کر سکتے ہیں۔ ہم زراعت کی صنعت اور جانکاری کو موسمیاتی تبدیلی کو مزید بگاڑے بغیر کرۂ ارض پر بسنے والے انسانوں کو کھانا کھلانے کے لیے کس طرح استعمال کر سکتے ہیں"۔
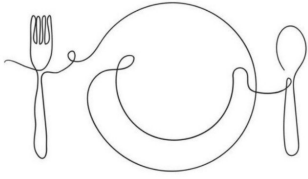
شازیہ آفریںؔ

خوراک کا عالمی دن

انہوں نے یہ باتیں خوراک کے عالمی دن کے موقع پر "ورلڈ فوڈ پرائز فاؤنڈیشن" کے سالانہ "نارمن ای بورلاگ کے بین الاقوامی مکالمے" کے دوران کہیں۔ پاور نے 2022ء کا خوراک کا عالمی انعام حاصل کرنے والی، سنتھیا روزنزویگ کو موسمیاتی بحران سے نمٹنے اور غذائی عدم تحفظ کے خاتمے کے سلسلے میں ان کی خدمات پر خراج تحسین پیش کیا اور انہیں اس سال کا انعام دیا۔

پاور نے کہا کہ "ڈاکٹر روزنزویگ کی تحقیق کا یہ مناسب ترین وقت ہے کیونکہ آج ہم اپنی زندگی کے سب سے بڑے عالمی غذائی بحران کے ہنگام خوراک کا عالمی انعام دے رہے ہیں"۔

خوراک کا عالمی دن پاکستان میں بھی ہر سال جوش و خروش سے قومی سطح پر منایا جاتا ہے۔اس دن تمام طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والے ذمہ دار افراد اور حکومت دنیا سے اور بالخصوص پاکستان سے بھوک اور افلاس کو ختم کرنے کے عزم کا اعادہ کرتے ہیں۔

ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتی ہوئی آبادی اور روز افزوں مہنگائی میں پاکستان میں غذائیت کی کمی کا شکار افراد کی تعداد روزانہ کی بنیاد پر بڑھتی جا رہی ہے. خوراک کے عالمی پیمانے کے حساب سے پاکستان 119 ممالک کی فہرست میں سے 106 نمبر پر ہے۔ بھوک کا یہ پیمانہ بہت خطرناک ہے۔کیونکہ پاکستان خطے میں موجود پسماندہ ملک افغانستان کے برابر ہے۔ جبکہ پڑوسی ممالک میں بنگلہ دیش 88 ویں نمبر پر اور بھارت 100 نمبر پر ہے۔ اس مسئلے کی نوعیت کا احساس کرتے ہوئے حکومت ے اپنے مستقبل کے پروگرام میں اس غذائی مسئلے کا تدارک کرنے کو اولین ترجیحات میں شامل کیا۔

پنجاب فوڈ اتھارٹی پنجاب میں خوراک سے جڑے معاملات میں ہراول دستے کا کردار ادا کرتی ہے۔ یہ کھیت سے پلیٹ تک ہمارے عوام کی رہنمائی اور تحفظ کرتی ہے؛ ستی،معیاری اور غذائیت بخش خوراک کے انتخاب پر رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

شازیہ آفریںؔ

خوراک کا عالمی دن

عرفان نواز میمن ڈائریکٹر جنرل آف پنجاب فوڈ اتھارٹی عوام کی رہنمائی کے لیے اپنے پبلک ریلیشن ونگ کے ذریعے عوام کیساتھ براہ راست رابطے میں ہیں اور یہ پنجاب فوڈ اتھارٹی کا خوراک کا میگزین ہو یا غذائی ماہرین کے ساتھ سماجی رابطوں کے نیٹ ورک پر غذائی رہنمائی کے پروگرام نشر کر رہے ہیں۔ ان سب کا سہرا پنجاب فوڈ اتھارٹی کے سر ہے تو ایسے میں کیا کیا جائے کہ اس خوراک اور غذائیت کی قلت پر قابو پایا جا سکے۔ یہ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔ جس کا جواب یہ ہے کہ ملک کی پیداواری صلاحیتوں کو فروغ دے کر، غذائیت سے بھرپور خوراک کے حصول کو سستا اور باآسانی میسر ہونا ممکن بنا کر کیا جا سکتا ہے۔

بھوک کو ختم کرنے اور اس پر مکمل طور پر قابو پانے کے لیے سکول میں کھانا فراہم کرنے اور گھروں میں کچن گارڈننگ کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔

جس کے لیے اچھی کوالٹی کے بیج جدید اور آبپاشی کے نظام کو متعارف کروانا اور پروسیسنگ کی سہولت کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔

پاکستان سے بھوک کے خاتمے کے لئے ہمیں اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں اور اپنے گھروں میں کتنی خوراک اور پانی ضائع کرتے ہیں۔ ہمیں اس زیاں کو روکنا ہے تاکہ ہم آئندہ نسلوں کو خوراک کا تحفظ فراہم کرنے میں اپنی انفرادی و اجتماعی ذمہ داری بخوبی سر انجام دے سکیں۔

عفت خان

نازک عزت

عزت، دولت، شہرت، یہ تینوں اگر بیک وقت کسی کو حاصل ہو تو یہ بہت بڑی خوش نصیبی کی بات ہوتی ہے۔
ہاں اگر شہرت اور دولت ہو اور عزت نہ ہو تو یہ دونوں چیزیں عزت کے بنا بے کار ہے۔
اس کے برعکس اگر عزت ہو شہرت اور دولت نہ ہو تو عزت کا اتنا بڑا مرتبہ ہے کہ شہرت اور دولت کے بغیر بھی اپنا ایک الگ اور نمایاں مقام رکھتی ہے۔
عزت سب سے بڑی دولت ہے اور سب سے بڑی شہرت ہے۔
عزت ہوتی تو سب کی ہے مگر عورتوں کی عزت بڑی نازک ہوتی ہے۔
عورت پر اللہ تعالٰی نے شرم و حیا کے پردے ڈالے ہیں۔
جب عورت شرم و حیا کے پردوں کو چاک کرتی ہے تو اس کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔
ہاں مرد اگر بے حیائی کے کاموں میں پڑتا ہے تو اس پر معاشرہ تھو تھو تو کرتا ہے لیکن جلد بھول جاتا ہے کیونکہ مرد کے ساتھ صرف عزت خاص ہے جو ایک گنا ہوتی ہے اور عورت کے لیے عزت، شرم و حیا کے ساتھ دگنی ہو جاتی ہے۔

جس کی وجہ سے عورت کی عزت انتہائی نازک ہوتی ہے اور معاشرہ کبھی نہیں بھولتا اس لیے عورت ذات کو پھونک پھونک کر قدم اٹھانا چاہیے کہ ہر طرف مردار گدھ زادے منڈلاتے ہیں جو عورت کو معصوم چڑیا کی طرح ہڑپ کرنے میں ذرا بھی دیر نہیں کرتے۔
پھر مردوں کی بھی عزت کے لحاظ سے الگ الگ طبقے ہیں۔ جس طرح عورت کی عزت نازک ہوتی ہے بعینہ اسی طرح ایک عالمِ دین، حافظِ قرآن اور دینی مدارس کے طالب علم کی عزت بھی نازک ہوتی ہے۔
کیونکہ عام مرد کی عزت ایک گنا ہوتی ہے اور مفتی، عالم، حافظِ قرآن اور طالب علم کی عزت کئی گنا بڑھ کر ہوتی ہے کہ ان پر حدیث و قرآن اور دینی مدارس کی مہر لگی ہوتی ہے جو اس ان کی عزت کو عورت کی عزت سے بھی نازک کر دیتی ہے۔
خدا نخواستہ اگر ان لوگوں سے کوئی خطا سرزد ہو جاتی ہے تو یہ لوگ فوراً معاشرے کی نظر میں آکر اپنی عزت سے ہاتھ دھونے کے ساتھ ساتھ اپنی وقعت اور وقار بھی ہمیشہ کے لیے کھو بیٹھتے ہیں۔ عزتیں بڑی مشکل سے کمائی جاتی ہیں سو ہمہ وقت عزتوں کا پاس رکھیں۔
عزت کریں اور عزت کروائیں، خوش رہیں اور خوشیاں بانٹیں۔ والسلام

کائنات ارشد

فیشن کا ہمارے معاشرے میں کردار اور اثرات

"زینت" سے مراد زینت کی ہر وہ شئے ہے جس سے انسان آراستہ ہوتا ہے، جس سے اس کی خوبصورتی اور حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ خوبصورتی فطری طور پر نعمت اور باعث تفریح اور سکون کی چیز ہے۔ اللہ رب العزت قرآن میں فرماتے ہیں: زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ
ترجمہ: "مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لیے مزین کر دی گئی ہے، جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان زدہ گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی، یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے، اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانا تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔" (سورہ آل عمران 14)
یہاں پر دینِ اسلام کی عظیم خوبی اس وقت سامنے آتی ہے، جب وہ انسانی ضرورتوں کو پورا کرتا ہوا فطرت کی دہائی پر عمل کرتا ہے اور اس وقت کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کردہ خوبصورتی سے لطف اندوز ہونے کا ان پر احسان فرمادیا ہے۔

مردوں اور عورتوں میں سے ہر ایک کی ایک خاص شکل اور خدوخال بنائے ہیں، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انہیں باقی مخلوقات سے اشرف قرار ہونے کا امتیاز بخشا ہے۔ اسلام نے مسلمان کی ایک ایسی شخصیت بنائی ہے کہ جس کی اپنی ایک خاص رونق و بہار ہے۔ اب بات کی جائے زینت اختیار کرنے کی یا عام لفظوں میں زیبائش، فیشن کو اپنانے کی جہاں اللہ نے عورت کو بظاہر فطری طور پہ خوبصورت بنایا اور اس کے اندر خوبصورتی کا اظہار کرنے کی چاہ دل میں رکھ دی وہی اللہ نے قرآن میں اک حد بھی مقرر کی انسان کو بے لگام نہیں چھوڑ دیا۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ فرماتے ہیں:
"عورتیں اپنی نمائش نہ کریں۔" وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ
ترجمہ: "اور مومنہ عورتوں سے بھی کہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو بچائے رکھیں اور اپنی زیبائش (کی جگہوں) کو ظاہر نہ کریں۔" (سورہ نور، آیت 31)

کائنات ارشد

فیشن کا ہمارے معاشرے میں کردار اور اثرات

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ
"اور اپنی زیب و زینت کی نمائش نہ کریں۔" مثلاً خوبصورت لباس، زیورات اور تمام بدن زینت میں شمار ہوتے ہیں۔ چونکہ ظاہری لباس جس کو عادت کے مطابق پہنا جاتا ہے، اس کی نمائش کو نہیں روکا جا سکتا اس لیے فرمایا:
إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا
"مگر جو اس زینت سے ظاہر ہو۔"
یعنی وہ ظاہری لباس، جو عام طور پر پہنا جاتا ہے، اس لباس میں ایسی کوئی چیز نہ ہو جو فتنہ کو دعوت دیتی ہو۔
وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ
"اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں۔"
اور یہ حکم کامل ستر پوشی کے لیے ہے اور یہ چیز دلیل ہے کہ وہ زینت جس کی نمائش حرام ہے اس میں تمام بدن داخل ہے جیسے کہ پہلے بھی اس کی بات کر چکے ہیں، پھر زیب و زینت کی نمائش سے مکرر منع کرتے ہوئے اس میں سے ان لوگوں کو مستثنیٰ فرمایا: إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ یعنی اپنے شوہروں کے سامنے زینت کا اظہار جائز ہے۔

اللہ نے ہماری اس خواہش کا خیال رکھتے ہوئے اجازت دی کہ زینت اختیار کرنا، نمائش، خوبصورتی یا عام لفظوں میں آج ہم جسے فیشن کا نام دیے ہوئے ہیں یہ ان سب کو حلال اور جائز طریقہ سے پورا کرنے کی اجازت دی ہے۔ مرد کے سامنے بھی اجازت ہے مگر مرد وہ جس کے نکاح میں ہم ہوں۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے ہماری حدود متعین کر دی کہ کہاں ہم زینت اختیار کر سکتے ہیں۔ فیشن یا زیب زینت قطعاً اس چیز کا نام نہیں کہ انسان بے حیائی کو اپنا لے بے لگام ہو جائے۔ ہماری نوجوان نسل فیشن زیب زینت اختیار کرنے کے معاملے میں غیر مسلم اقوام کی پیروی کرتی نظر آتی ہے۔ مشرکین کے طریقوں پر عمل پیرا ہو رہے ہیں، اک مسلمان کی جو اہمیت، پہچان ہے وہ کہیں کھو کر رہ گئی ہے۔
جبکہ نبی کریم ﷺ نے بارہا معاملات زندگی میں فرمایا کہ:
خالفوا المشرکین: "مشرکین کی مخالفت کرو۔" (صحیح بخاری)

کائنات ارشد

فیشن کا ہمارے معاشرے میں کردار اور اثرات

خالفوا الیھود والنصاری: "یہود اور نصاری کی مخالفت کرو۔" (سنن ابی داؤد)

جہاں اللہ رب العزت نے، نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا وہی طریقوں کو ہم آج پسند کرتے ہیں اور رائج کر رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ تم لوگ پہلی امتوں کے طریقوں کی قدم بہ قدم پیروی کرو گے۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی بل میں داخل ہوں تم بھی داخل ہو گئے۔

دنیا کے بیکار فیشن اور فضول قسم کی لغویات کو کبھی بھی نہیں اختیار کرنا چاہیے کیونکہ اس میں ایک طرف تو انسان کا پیسہ ضائع ہوتا ہے تو دوسری طرف ان گنت مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، آج ہمارے مسلمان معاشرے میں والدین کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے بچوں کی تربیت اور غیر ضروری مصروفیات کی وجہ سے انتہائی پریشان ہے۔ اس کی بنیادی وجہ دین سے دوری ہے جو آج فیشن کے نام پہ خواہ وہ مرد ہو یا عورت کو بے حیائی پہ لے آئی ہے۔

ترقی کے نام پہ فیشن کپڑے، جیولری، باہر آنا جانا، فٹنگ والا عبایا، بازار میں بے خوف قہقے لگانا، لڑکوں کو دیکھ کر ہنسنا اور کو ایجوکیشن میں لڑکوں کی تعداد سے زیادہ لڑکیوں کی تعداد۔

ہر شعبے میں اک بے حیائی کا مجسمہ بنی مسکراتی ہوئی خوبصورت لڑکی ریسیپشن پر موجود ہے۔ لڑکی بس میں سفر کرنا ہو یا کسی مارٹ سے کچھ خریدنا، عورت ہر جگہ موجود ہے۔ جیسے جیسے عورت نے ترقی کی ہے ویسے ویسے فحاشی عام سے عام تر ہوتی جا رہی ہے۔

ہمارے معاشرے میں دن بدن بڑھتا یہ فیشن کے نام پہ بے حیائی کا کیڑا دیمک کی طرح ہماری مسلمان قوم کی پہچان کو کھا رہا ہے۔ آج ہمیں اس سے بچنے کی حد درجہ ضرورت ہے۔ آج کے نوجوان ہی آنے والے وقت کے والدین ہیں۔ اگر آج ہم تند و تیزی سے پروان چڑھتی اس بے حیائی کی آگ کو نہیں بجھائیں گے تو آنے والے وقتوں میں یہ ہمارے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی، دین اسلام کی پہچان کو راکھ سے ڈھانپ دے گی۔ معاشرہ اندھا دھند غیر اقوام کے طریقوں پہ چلے گا، آج کا نوجوان معاشرہ جاگے گا تو ہی اسلام کی پہچان کو برقرار رکھے گا وگرنہ اس فتنوں بھرے دور میں آنے والی نسلیں دینِ اسلام سے بہت دور ہوتی جائیں گی۔

ناز پروین

موروں جیسی چال

ے چال ایسی وہ شوخ چلتا ہے
حشر کا جس پہ دم نکلتا ہے

محبوب کی چال پر شاعروں نے بہت لکھا۔ اس کی چال کو مور سے تشبیہہ دی تو کبھی بادِ بہار سے۔ سبک رفتار، خراماں خراماں، لہراتے اٹھلاتے، جانِ جاناں کی مدح سرائی کی۔ شاید ان کا محبوب ننگے پیر چلتا تھا تبھی ایسے ناز و انداز ممکن تھے۔ موجودہ دور میں تو محبوب ایسے جوتے پہنتا ہے کہ ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ اب گرے کہ تب۔ حال ہی میں ایک تقریب میں شرکت کا موقع ملا جس میں زیادہ تر خواتین عمر رسیدہ تھیں۔ جس بات نے مجھے اپنی جانب متوجہ کیا وہ یہ تھا کے تقریباً سبھی خواتین نے اونچی ہیل کے جوتے پہن رکھے تھے انہیں باری باری اسٹیج پر بلایا جاتا تو انتہائی مشکل سے لڑکھڑاتی ہوئی، لہراتی ہوئی چل کر اسٹیج تک پہنچتیں۔ اکثر خواتین نے اپنے ساتھ بیگ میں آرام دہ چپل بھی رکھے ہوئے تھے۔ تقریب کے اختتام پر اکثریت نے باہر نکلتے وقت اپنے جوتے تبدیل کیے۔

میں اکثر سوچتی ہوں کہ خواتین کو کس نے مجبور کیا ہے کہ وہ اتنے زیادہ پیسے خرچ کر کے اپنے لیے تکلیف دہ جوتے خریدیں جبکہ اس کے مقابلے میں مرد حضرات کو دیکھیں تو نرم، فلیٹ، آرام دہ جوتے پہنے خراماں خراماں چلتے دکھائی دیتے ہیں۔ چاہے دفتر ہو، بازار ہو یا کوئی تقریب، وہ اس مسئلے سے آزاد ہیں۔ دو یا تین جوڑے چپل میں سارا سال گزار دیتے ہیں۔ نہ میچنگ کی فکر، نہ ڈیزائین کی۔ آخر خواتین ہی نے کیوں اپنے سر یہ بلا لے رکھی ہے۔ اس سلسلے میں تھوڑی تحقیق کی تو پتہ چلا کہ جناب! اس رواج کی ابتداء صنفِ نازک سے نہیں بلکہ مرد حضرات سے ہوئی۔ دسویں صدی عیسوی میں آج کا ایران اس وقت کا قدیم فارس، فارسی فوج کے اعلیٰ عہدے داران نے اونچی ہیل کے جوتے پہننے شروع کیے تاکہ دوسروں سے ممتاز نظر آئیں اور پھر اس کے بعد شاہی خاندان اور جاگیر دار مرد حضرات بھی اونچی ایڑی کے چپل پہننے لگے۔ اس وقت کا منظر آنکھوں میں گھوم گیا۔ مرد حضرات اونچی اونچی ایڑی والے چپل پہنے گھوم رہے ہیں، ادھر ادھر لڑکھڑا رہے ہیں۔

ناز پروین

موروں جیسی چال

اس منظر نامے پر بے ساختہ ہنسی چھوٹ گئی۔ رفتہ رفتہ یہ رواج خواتین میں مقبول ہو گیا جبکہ مردوں کی عقل ٹھکانے پر آ گئی۔ برطانیہ کے شاہی خاندان کی خواتین کو یہ اجازت نہیں کہ وہ عوام کے سامنے آئیں تو فلیٹ یا بلاک ہیل پہنیں۔ ملکہ برطانیہ ہوں یا شہزادی کیٹ، آپ کو ہمیشہ اونچی ہیل کے جوتوں میں نظر آئیں گی۔ مغرب کو عموماً ہم بہت ترقی یافتہ اور معقول قوم سمجھتے ہیں لیکن اس معاملے میں بقول شاعر:

ے ہم ہوئے، تم ہوئے کہ میرؔ ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

وہاں پر بھی دفاتر میں خواتین کو اونچی ہیل کی جوتی پہننی پڑتی ہے۔ اسی طرح سے ائیر ہوسٹس جس کا زیادہ تر وقت اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں کھڑے ہو کر گزرتا ہے۔ ان کے لیے بھی اونچی ہیل پہننا لازمی ہے۔ بیرون ممالک بہت سے فنکشن اور تقریبات میں شرکت کا موقع ملا جن میں زیادہ تر خواتین اسی طرح کی تکلیف دہ اونچی ہیل کے چپل پہن کر شرکت کرتی ہیں۔ پروگرام کے اختتام پر زیادہ تر خواتین نے جوتے ہاتھوں میں پکڑے ہوتے ہیں۔

فیشن شوز میں ماڈل خواتین ان ہائی ہیل میں اکثر پھسل جاتی ہیں۔ ایک سروے کے مطابق پوری دنیا میں خواتین ایسے جوتوں پر بہت زیادہ پیسے خرچ کرتی ہیں جن میں چلنا انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ ذرا اپنے گھر کی الماری پر ہی ایک نظر ڈال لیں۔ ایسے کئی جوتے قطار در قطار پڑے نظر آئیں گے جو انتہائی مہنگے ہوں گے لیکن انہیں بہت کم پہنا جاتا ہے۔ یہ ہماری نفسیات میں شامل ہو چکا ہے۔ عورت چاہے مشرق کی ہو یا مغرب کی، دونوں ہی اس معاملے میں عقل سے پیدل ہیں۔ یہ جوتے جہاں ایک طرف ہمارے بجٹ کو خراب کرتے ہیں وہیں دوسری جانب ہماری صحت کے بھی دشمن ہیں۔ ڈاکٹروں کے مطابق اونچی ہیل کے چپل کا زیادہ دیر تک استعمال بہت سی جسمانی تکالیف کا باعث بنتا ہے، جس میں کمر، گردن اور کندھوں میں درد، جوڑوں میں درد، پاؤں کے پنجوں میں مختلف تکالیف، انگلیوں کا سوجھ جانا، دانے مسے بن جانا، ان گرون ناخن کا مسئلہ تو آج کل ہر دوسری لڑکی کو درپیش ہے جس کی بنیادی وجہ تنگ اور اونچی ایڑی کے جوتوں کا استعمال ہے۔

ناز پروین

موروں جیسی چال

ایڑی کے نرم حصے کا مستقل بنیادوں پر خراب ہو جانا، ریڑھ کی ہڈی میں نقص آ جانا بھی ان عوارض میں شامل ہیں۔ لیکن پھر بھی صنفِ نازک بضد کہ پیسے خرچ کر کے، خود کو تکلیف میں ڈال کر یہ جوتے پہنتے ہیں۔ چلیں چھوٹے قد کی خواتین کی مجبوری ہے کہ یہ چپل ان کے قد میں اضافہ کر دیتے ہیں لیکن ایسی دراز قامت خواتین کو بھی دیکھا جو قیامت کی قامت رکھنے کے باوجود اونچی ایڑی پہنے ہوئے ہوتی ہیں۔ دلہن کے لیے تو لازم ہے کہ وہ چھ انچ کی ہیل پہنے۔ اوپر سے منوں میک اپ اور بھاری بھرکم زیورات اور لباس۔ اب اس کو تین چار لوگ سہارا دے کر چلنے میں مدد دے رہے ہوتے ہیں۔ ہاں! آج کل کچھ نٹ کھٹ دلہنیں ایسی بھی دیکھیں جنھوں نے عروسی لہنگے کے نیچے جو گرز پہن رکھے تھے۔ رفتہ رفتہ حالات تبدیل ہو رہے ہیں۔ اب خواتین کے جوتوں کی دکانوں میں فلیٹ چپل بھی نظر آنے لگے ہیں۔

کچھ سال پہلے تک کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا لیکن اب آرام دہ جوگر، سنیکر ہر دکان میں سجے ہیں۔ نئی نسل کی بچیاں جہاں جینز پہن رہی ہیں وہیں آرام دہ جوتے بھی ان کی پسند ہیں۔ بھلا ہو چین کا کہ نرم، آرام دہ جوتے انتہائی سستے داموں دستیاب ہیں۔ خوشگوار حیرت ہوئی جب ٹوپی برقعوں میں ملبوس خواتین کو بھی یہ جوتے پہنے دیکھا۔ مردوں کو بھی خواتین کے اس دکھ کا احساس ہے۔ حال ہی میں یومِ خواتین پر دارالحکومت منیلا میں انسانی حقوق کی ایک تنظیم کے مرد کارکنوں نے خواتین کے چپل اور سینڈل پہن کر خواتین کو درپیش مسائل اجاگر کرنے کے لیے ایک مظاہرے میں شرکت کی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ عورت خود کو اس تکلیف میں کیوں مبتلا کرتی ہے؟ وقت بدل رہا ہے ایسا نہ ہو کہ ایک بار پھر مرد حضرات اونچی ہیل کے جوتے پہننے لگیں۔

ڈاکٹر نایاب ہاشمی

کیا آنسو بہانا کمزوری کی نشانی ہے؟

مضبوط لوگ رویا نہیں کرتے۔
مرد روتے ہوئے اچھے نہیں لگتے۔
تم مرد ہو، رونا مت۔
مرد کو درد نہیں ہوتا۔
کیا عورتوں کی طرح رو رہے ہو؟
عورت کمزور ہستی ہے، اس لیے بات بات پر رو دیتی ہے۔
جو عورت مضبوط ہوتی ہے وہ روتی نہیں بلکہ حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی ہے۔
یہ اور ایسے جملے ہم عام طور پر سنتے اور پڑھتے رہتے ہیں۔
تو کیا رونا کمزوری کی نشانی ہے؟
کیا رونے سے دل کمزور ہو جاتا ہے؟
کیا جو لوگ آنسو نہیں بہاتے، اپنے آپ پر کنٹرول کر لیتے ہیں، وہ مضبوط ہوتے ہیں؟
قران اور احادیث میں ہمیں بار بار رونے کی تلقین کی گئی ہے۔
اللہ سے گڑگڑا کر رو رو کر دعا مانگو۔
اللہ کے سامنے آنسو بہاؤ۔
دعا مانگتے وقت روتے ہوئے مانگو، اگر رونا نہ آ رہا ہو تو رونے والا چہرہ بنا لو۔
اللہ کو اپنے بندے کا رو کر دعا مانگنا بہت پسند ہے۔

اگر رونا ایسی ہی بری چیز ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی تلقین کیوں کر رہا ہے؟ رونا کوئی بری چیز نہیں ہے، آنسو بہانے میں کوئی برائی نہیں ہے۔

رونے سے جسم میں آکسیٹوسن ہارمون خارج ہوتے ہیں جس سے دل ہلکا ہو جاتا ہے۔ دل کو راحت ملتی ہے۔ دماغ کو سکون ملتا ہے۔ کسی غم، صدمہ، ڈر، خوف یا نقصان کے بعد انسان صحیح فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ رو لینے کے بعد اسے سکون مل جاتا ہے۔ پھر وہ صحیح فیصلہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ حالات کو بدلنے یا اس سے نکلنے کی راہ تلاش کرنے لگتا ہے۔

زیادہ دیر رونے سے اینڈوفنز ہارمونز جسم میں جاری ہوتے ہیں جس سے جسمانی اور جذباتی درد و تکلیف میں کمی واقع ہوتی ہے۔

انسان اپنی 80-70 سال کی زندگی میں 70 لیٹر آنسو بہا سکتا ہے۔ رونے سے آنکھیں صاف و صحت مند رہتی ہیں۔

ڈاکٹر نایاب ہاشمی

کیا آنسو بہانا کمزوری کی نشانی ہے؟

صرف انکھیں ہی نہیں بلکہ جسم، روح اور دل و دماغ پر بھی مثبت اثرات پڑتے ہیں۔ ٹینشن، ڈپریشن، انزائٹی سے نکلنے میں مدد ملتی ہے۔
اگر کوئی مرد کسی تکلیف یا غم میں روئے تو اسے کمزور ہونے کا لقب نہیں دیا جا سکتا۔ یہ اس کے ساتھ زیادتی ہو گی۔ عورت اگر کسی جذباتی یا جسمانی تکلیف پر زیادہ روتی ہے تو وہ کچھ دیر بعد اپنے آپ کو مضبوط محسوس کرنے لگتی ہے۔ اسی لیے وہ جسمانی و جذباتی تکالیف کے پہاڑ سر کر لیتی ہے۔
لیکن حد سے زیادہ رونے اور بین کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے مایوسی، نا امیدی، ڈپریشن اور خودکشی کا رجحان، جیسی خطرناک بیماریاں ہو سکتی ہیں۔ اللہ نے انسان کو اعتدال میں رہنے کی تلقین کی ہے اس لیے ہمیں رونے اور ہنسنے میں بھی اعتدال کرنا چاہیے۔

اقصیٰ شفیق

ایک نامحرم کبھی دوست نہیں ہوتا

ہر وہ شخص محرم ہے جس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ان کے علاوہ باقی جتنے بھی مرد ہیں ہمارے لیے غیر محرم ہیں۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پہ نامحرم سے بات چیت نہ کرنے اور پردہ کرنے کا حکم آیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد یا اپنے خسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے، اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔" (سورۃ النور:31)

ہمارے لیے ہمارے کزن بھی نامحرم ہیں جن کو ہم بھائی بلاتی ہیں۔ جبکہ اپ کے لیے سب سے زیادہ شر پھیلانے والے یہ کزن ہی ہوتے ہیں۔ ان سے بات چیت کرتے کرتے دوستی ہو جاتی ہے کہ دوست ہے، فیملی میں سے ہے، بہت اچھا ہے، ان سے پھر محبت ہو جاتی ہے اور بات پھر جنسی تعلق پر ختم ہوتی ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں بالغ، غیر محرم لڑکا اور لڑکی نہ ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں نہ ہی دوستی رکھ سکتے ہیں۔ دینِ اسلام میں اس طرح کے تعلق کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور اسلام نے اس کو ناجائز و حرام قرار دیا ہے اور یہ نفس کی خواہش یا وقت گزاری ہو سکتی ہے، محبت نہیں ہو سکتی یا پھر ہم ایک بندے کو سوچ سوچ کے اتنا بڑا بنا چکے ہوتے ہیں اور اسے محبت کا نام دے دیتے ہیں۔

آج کی یوتھ جتنی جلدی سمجھ لے اچھا ہے۔ یہ محبت نہیں ہے، پیاری ہمارا وہم ہے یا اس انسان کی وقت گزاری ہے جسے ہم نے اپنا سکون برباد کرنے کے سارے اختیار دے رکھے ہیں۔ یہ محبت کا دم بھرنے والے وقت گزار رہے ہیں پیاری۔

اقصیٰ شفیق

ایک نامحرم کبھی دوست نہیں ہوتا

انہیں محبت ہو تو بجائے سب سے چھپ چھپ کے باتیں کرنے کے یہ نکاح کریں یہ صرف موقع کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ وہ وقت دور نہیں جب آپ کو اتنا مجبور کر دے گا کہ اپنا آپ اس کے سامنے پیش کرنا پڑے گا اور اس کے بعد ان معصوم کلیوں کے ہاتھ کچھ نہیں بچے گا۔

مجھے لگتا ہے یہ محبوب پہلے دھوکا کھا چکے ہوتے ہیں، پھر ان کو اپنی شادی تک وقت گزارنا ہوتا ہے، پھر ان کو جو بھی لڑکی میسر آتی ہے اسے اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں اور وہ معصوم جوان چیزوں سے باغی ہوتی ہے، اس کی باتوں میں آ جاتی ہے۔ پھر دن رات اسی کے بارے میں سوچنا، خود کو، اپنی عادات کو اس کے مطابق ڈھال لیتی ہے اور اس گڑھے میں ڈوبتی چلی جاتی ہے۔ شروع میں بہت اچھا وقت گزرتا ہے۔ پھر جب لڑکے کو لگتا ہے یہ مکمل طور پر میری ہو چکی ہے۔ اس کے قدم اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔ پھر اس ننھی کا ہر لمحہ اس شخص کے تابع ہوتا ہے۔ اس کا خوش ہونا یا کسی لمحے اداس ہونا سب اس انسان کے رویے پہ منحصر کرتا ہے۔

اب اس انسان کو یہ پورے حق دے چکی ہوتی ہے۔ پھر وہ جیسے مرضی ہاتھوں کی کٹھ پتلی بنا کے استعمال کرتا پھرے۔ اس تعلق کو قائم رکھنے کے لیے وہ کبھی فرصت میں بات کر لیتا ہے اور یہ اپنا سکون تب تک کھو چکی ہوتی ہے۔ نہ چھوڑ سکتی ہے نہ نبھا سکتی ہے۔

نامحرم عورتوں سے میل جول رکھنا ناجائز و حرام ہے۔ اگر کوئی شخص نامحرم عورتوں میں اٹھنا بیٹھنا رکھتا ہے، ہمارے معاشرے میں اس بات کو اہمیت ہی نہیں دی جاتی کہ جن غیر محرم کے ساتھ اٹھ بیٹھ رہی ہے وہ اس کے ساتھ مخلص کبھی نہیں ہو سکتا۔ آج کل یونیورسٹیوں، کالجوں میں بے حیائی عام ہو چکی ہے۔ جگہ جگہ لڑکے لڑکیاں اکٹھے بیٹھے محوِ گفتگو ہوتے ہیں، پردے کا تصور ہی نہیں ہوتا، دوسری طرف یہ اپنے کزنوں کو بھائی بنا لیتی ہیں اور پھر بھائی سے دوست اور دوستی سے آگے ان کو محبت ہو جاتی ہے۔

خاندان والوں پر بھی واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کا احترام کریں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حرام کردہ سے دور رہیں۔

اقصیٰ شفیق

ایک نامحرم کبھی دوست نہیں ہوتا

اجتناب کریں اور جب ان کی عورتوں کی یہ عادت ہو کہ وہ غیر محرموں سے پردہ نہیں کرتیں یا پھر ان سے خلوت کرتی ہیں تو انہیں یہ عادت ترک کرنی چاہیے بلکہ ان پر اسے چھوڑنا واجب ہے کیونکہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے چچا زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد، یا بہنوئی یا پھر اپنے دیوروں اور اپنے خاوند کے چچا اور ماموں کے سامنے ننگے منہ پھرے اور پردہ نہ کرے، بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ ان سب سے پردہ کرے اور اپنے سر چہرہ اور باقی بدن وغیرہ کو چھپائے کیونکہ یہ اس کے غیر محرم ہیں۔

اسلام میں بغیر نکاح کیے لڑکے اور لڑکیوں میں دوستی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اگر عورتوں کو غیر محرم مردوں سے بات کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو انتہائی محتاط انداز اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ازواجِ پیغمبر! تم عورتوں میں سے کسی ایک کی بھی مثل نہیں ہو، اگر تم پرہیز گار رہنا چاہتی ہو تو (مردوں سے حسبِ ضرورت) بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کرنا کہ جس کے دل میں بیماری ہے، (کہیں) وہ لالچ کرنے لگے اور شک اور لچک سے محفوظ بات کرنا۔

(القرآن)

پہلی غلطی لڑکیاں کرتی ہیں، زیب و زینت اختیار کر کے غیر مردوں کے سامنے جاتی ہیں۔ انہیں اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور پھر وہ اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں اور رفتہ رفتہ بات چیت ہونے لگتی ہے اور ایک وقت آتا ہے ہم اسے محبت کا نام دے دیتے ہیں۔ دراصل وہ محبت نہیں ہوتی، ایک تجسس ہوتا ہے، کسی کو جاننے کی خواہش ہوتی ہے یا محض وقت گزاری، اور جس نے نبھانی نہ ہو اس مرد کے لیے ایک ہی بہانہ کافی ہوتا ہے اور وہ چھوڑنے میں دیر نہیں کرتا۔ پھر یہ بابا کی لاڈلیاں اسے اپنی جان کا روگ بنا لیتی ہیں۔ ملتا کچھ نہیں آخر میں۔ ایک طرف اپنے رب کی ناراضی مول لیتی ہیں۔ اپنے ماں باپ کو دھوکا دیتی ہیں۔ ساتھ اپنا سکون کھو دیتی ہیں۔ اس دور بیٹھے محبوب کو کیا خبر وہ اپنے دن کیسے گزار رہی ہے، اپنی راتیں کیسے کاٹ رہی ہے اور اسے کیا پتا اس کے کہے الفاظ کتنے گہرے زخم دیتے ہیں اس کلی کو۔ اگر پردہ کیا جائے تو اس قسم کی فحش سرگرمیوں سے بچا جا سکتا ہے کیونکہ یہ پردہ ہمارا محافظ ہے۔

اقصیٰ شفیق

ایک نامحرم کبھی دوست نہیں ہوتا

یہ ہماری طرف اٹھنے والی ہر بری نظر کو واپس لوٹا دیتا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اپنا دل صاف ہونا چاہیے بس کسی کی کیا مجال ہے کچھ کہے۔ لیکن قران پاک میں بھی کئی جگہ پر پردہ کی تلقین کی گئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے، ترجمہ: "اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے، اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں، اور اپنی زیب و آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے سسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں سے جو شہوت والے نہ ہوں، یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں۔" (النور: 31)
اس سے وقت اور توجہ کی بھیک مانگنا، بار بار اس کے در پر جا کر اسے ڈسٹرب کرنا اور تلخی بھرے جملے سننا۔

بار بار ذلیل ہونے کے باوجود پھر اس کے دروازے پر دستک دینا اور اس کا بار بار دھتکار دینا اور کہنا: "چاہتی کیا ہو تم؟ کیوں میرا سکون برباد کرنے پر تلی ہو؟" یہ سب تلخ جملے سننے کے باوجود چاہت کا برقرار رہنا عجیب ہے ناں! اور کبھی کبھار تو اپنی اس بے بسی پر شدید دکھ ہوتا کہ چاہ کر بھی اسے اپنا نہیں بنایا جا سکتا۔
اور جہاں تک میں نے دیکھا ہے، کوئی بھی اس حرام ریلیشن میں سکون سے نہیں رہ رہی۔ چند دن کی خوشی کے لیے اپنی ساری خوشیاں قربان کر رہی ہیں۔ اور اپنے محبت کرنے والے رب کو ناراض کر رہی ہیں۔
کچھ لوگ اکیلے ہو جانے کے خوف سے بے قدرے لوگوں کے ساتھ بندھے رہتے ہیں۔
شروع میں وہ گھنٹوں گھنٹوں بات کرتا ہے، بات نہ کرو تو بات کرنے کی ضد کرتا ہے، ہمارے بنا ان کا وقت نہیں گزرتا، پھر وہ مصروف رہنے لگ جاتا ہے۔ آنلائن رہتے ہوئے میسج ڈیلیور ہونے کے باوجود بھی گھنٹوں گھنٹوں میسج سین نہ کرتا۔

اقصیٰ شفیق

ایک نامحرم کبھی دوست نہیں ہوتا

سین ہو بھی جائے تو بس سرسری ساجواب۔ شاید تب اس کی ترجیحات بدل جاتی ہیں یا پھر اس کو ہم سے اچھا کوئی مل جاتا ہے یا جو جاننے کا تجسس ہوتا ہے وہ ختم ہو جاتا ہے۔

اسے آپ کے خوش ہونے، نہ ہونے سے فرق نہیں پڑنے والا۔ وہ خوش ہے اپنی زندگی میں، اسے جب فرصت ملتی ہے، کچھ وقت خیرات میں دے دیتا ہے۔ وہ نہیں خود کو بدلنے والا۔ آپ کو ہی پیچھے ہٹنا پڑے گا۔ آپ اپنا آپ برباد کر رہی ہیں اور اپنے محبت کرنے والے رب کو ناراض کر رہی ہیں۔ ابھی سے سنبھل جاؤ، کیا خبر جو آپ کو دنیا کی منفرد اور خوبصورت پری کہہ رہا ہے اپنے دوستوں میں کن لفظوں میں پیش کرتا ہو گا۔

کیا وہ یہ نہیں سوچ سکتا جو میرے ساتھ یہ سب کر رہی ہے، اپنے آپ کو، اپنے والدین کو دھوکا دے رہی ہے۔ وہ کسی اور کے ساتھ بھی کر سکتی ہے۔ آپ کو کیا لگتا ہے وہ آپ کو اپنی ذات کا حصہ بنائے گا؟ کبھی نہیں، یہ بھول ذہن سے نکال دے میری بہن۔۔۔

خود کو ہی برباد کر رہی ہے۔ اس کا کچھ نہیں جائے گا۔

عزت جائے گی تو تمہاری جائے گی، ایمان جائے گا، تمہارا جائے گا، اعتبار تمہارا ٹوٹے گا، اپنی اور ماں باپ کی نظروں میں تم گرو گی، اس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ آج ہی اس سے کہہ کے دیکھ لو مجھے نکاح کرنا ہے، اس کا رویہ اسی دن بدل جائے گا اور آہستہ آہستہ وہ تمہیں مجبوریوں کا بہانہ سنا کے چھوڑ جائے گا۔

اسے تمہاری زندگی برباد کرنے کے بعد ماں باپ نظر آ جائیں گے۔ وہ ان کا فرمانبردار بیٹا بن کر تمہارے سامنے کسی اور کا ہو جائے گا۔ وہ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھے گا۔ اس کے بعد کس حال میں ہو۔ تمہارے ہاتھ اور دامن خالی رہ جائیں گے۔ وہ تاعمر نہ ختم ہونے والا انتظار، نہ ختم ہونے والے غم تمہاری جھولی میں ڈال جائے گا۔ کیا کرو گی اس وقت؟ ذرا سوچو اس وقت کو جب تمہارے بوڑھے ماں باپ کو پتا چلے گا ہماری بیٹی، جس پہ ان کو مان تھا کہ یہ تو ان باتوں سے ناواقف ہے۔ باغی تھی اس جھنجھٹ سے اب وہ کسی ایسے شخص جو نااہل تھا، اس کے ہاتھوں برباد ہو چکی ہے۔ کیا گزرے گی ان پہ کبھی اس وقت کے بارے میں سوچا ہے، نہیں سوچا ناں؟

اقصیٰ شفیق

ایک نامحرم کبھی دوست نہیں ہوتا

ضرور سوچ لینا، تمہاری روح کانپ جائے گی میری عزیزا!

ہمیں تو مردوں کے سامے آواز بھی نیچی رکھنے کا کہا گیا ہے۔ ہم تو ان سے نرم لہجے میں بات بھی نہیں کر سکتیں تو پر ان کے لیے یہ پیار اور محبت بھرے انداز میں گفتگو کیسے کر سکیتں ہیں۔ نامخرم اتنا مخلص ہوتا تو اللہ اس سے پردہ کرنے کا حکم کیوں دیتا؟تم اس کے پیچھے اپنا آپ مار دیتی ہو لیکن وہ آگے بڑھ جائے گا۔ مرد صرف اپنی ذات کے ساتھ مخلص ہوتا ہے۔ جب تک سب اس کی مرضی کے مطابق ہوتا رہا وہ ٹھیک رہے گا۔ جب ایک دفعہ اس کی کہی بات کا انکار کر دیا تو تمھیں چھوڑ دے گا۔ جب اسے جو چاہیے، نہیں مل رہا تو وہ کیونکر تم تک ہی محدود رہے گا اور اسے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، تم اس کی زندگی میں نہیں رہو گی تو وہ آگے بڑھ جائے گا۔ وہ بہت سخت جان ہوتا ہے۔ وہ کسی کے جدا ہونے کو اپنی زندگی بھر کا روگ نہیں بنا لیتا۔ تمہاری طرح ایک ہی شخص کے لیے اپنی زندگی خراب نہیں کرے گا۔

میری بہن میں تم سے مخاطب ہوں، ہم یہ نہیں کہہ سکتے سب اس لڑکے کا کیا دھرا ہے۔تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔خدا کے لیے خود کو روک لیجیے۔ اپنی خواہشات اور نفس کو روک لیجیے، خود کو کسی بے قدرے انسان کے ہاتھ میں نہ دے دینا کہ آپ کا ہنسنا اور رونا اسی کے محتاج ہو کر رہ جائیں اور تم اس گھٹن میں سانس بھی نہ لے سکو۔ہاتھ جوڑتی ہوں، بچا لیجیے خود کو ورنہ اس کے آگے صرف ذلت اور رسوائی ہے۔ وہ تمہیں استعمال کر رہا ہے، اپنا وقت سنوارنے کے لیے۔ تمہارے جذبات کے ساتھ کھیل رہا ہے۔اسے کسی اور کے ملنے کی دیر ہے، تمہارا نام تک بھول جائے گا۔وہ آگے بڑھ جائے گا اور تم اسے جان کا روگ بنا بیٹھو گی۔ابھی بھی سنبھل جاؤ، ایک دوست سمجھ کے ہی نصیحت قبول کر لو۔ مجھے آپ سے کچھ نہیں چاہیے۔بس دل چاہتا ہے ہاتھ جوڑ کے منت کروں کہ پیچھے ہٹ جاؤ، ابھی بھی وقت ہے سنبھل جاؤ۔ میرا بس چلے میں سب کو اس دلدل میں جانے سے روک لوں لیکن اس وقت کہاں سمجھ آتی ہے۔ محبوب کی محبت کا بھوت سوار ہوتا ہے۔

اقصیٰ شفیق

ایک نامحرم کبھی دوست نہیں ہوتا

کچھ سمجھ نہیں آتا لیکن تب عقل کے تالے کھلتے ہیں جب سب کچھ لٹا چکی ہوتی ہیں۔

ایسا انسان جس سے آپ نے گھنٹوں باتیں کی ہوں، جس کے ساتھ گڈ مارننگ سے گڈ نائٹ تک روز کا سفر ہو۔ ایک ایک بات اور احساس کا ساتھی ہو اور پھر ایک دن اچانک وہ دنیا کے میلے میں اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ جائے اور پھر اس انسان کو کوئی خبر نہ رہے، سب سے زیادہ دکھ اس انسان سے ملے بغیر ہی جینا پڑے۔ یہ سب کتنا اذیت ناک ہے، جیسے کسی نے رابطے نہیں شہ رگ کاٹ دی ہو۔

دو قسم کے لوگوں کو عشق بڑا شدید ہوتا ہے، ایک وہ جو دوسروں کی محبت کا مذاق اڑاتے ہیں، دوسرے وہ جو عشق کو سرے سے مانتے ہی نہیں۔ سارے جذبوں میں صرف محبت وہ جذبہ ہے جو آسمانی ہے لیکن میری بہن اسے کسی ایسے شخص پہ نہ ضائع کر دینا جو اس کا حقدار نہیں۔

مجھے لگتا ہے آپ اپنا سب کچھ کسی پہ نچھاور کر دیں، اپنا چین کھو دیں اس کے لیے، راتیں جاگ کے گزاریں، روئیں، تڑپیں، مگر پھر بھی کسی کو خود سے محبت کرنے کے لیے آمادہ نہیں کر سکتے، کسی کو اپنا نہیں بنا سکتے۔

میری دعا ہے کسی معصوم عورت کے خواب کسی کم ظرف آدمی کے محتاج نہ ہوں اور نہ کسی سچے آدمی کے جذبات کسی چالاک اور منافق عورت کی بھینٹ چڑھیں۔

جو اس بیماری میں مبتلا ہیں یا ابھی اس رستے پہ قدم رکھا ہے، جاگ جاؤ اس میٹھی نیند سے۔ اس نامحرم کے لیے اپنے محبت کرنے والے رب کو نہ ناراض کرو۔

اپنے رب کو راضی کر لو۔ وہ دنیا کو تیرے قدموں میں لا کے رکھ دے گا۔ نہیں تو جتنا بھاگ سکتی ہو بھاگ لو، جب اس نامحرم کے ہاتھوں ٹوٹ جاؤ گی اور تھک جاؤ گی تب اپنے وجود کی کرچیاں ہاتھوں میں لیے اسی رب کی طرف لوٹو گی۔

جب ہم اللہ کے لیے خود کو خالص کر لیں گے ناں! تب ہی زندگی کا سکون میسر ہو گا۔ ہماری روح کی اذیت ختم ہو گی۔

(یسلم وجھہ الی اللہ)

اپنا چہرہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

اللہ کو فرسٹ پریورٹی بنا لیں گے۔ سب سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حق ادا کریں گے۔

اقصیٰ شفیق

ایک نامحرم کبھی دوست نہیں ہوتا

اپنی ڈائریکشن، توجہ کا مرکز اس ذات کو بنا لیں۔ اپنی زندگی کا محور اسی ذات کو بنائیں گے جو اس کی حقدار ہے۔

کبھی بھی خود کو دنیا پہ اکتفا نہ کریں۔ دنیا کے پیچھے خود کو ان فرضی محبتوں کے لیے نہیں تھکائیں۔ جب وہ ذات ہماری زندگی کا گول بنے گا تو ہم دنیا کی محبت پہ کبھی مطمئن نہیں ہوں گے۔ ہم دنیا کے پیچھے بھاگ کر کبھی خود کو اذیت نہ دیں گے۔

اللہ سے اپنی منوانا چاہتے ہیں تو اس کی ماننا شروع کریں۔ اس کے ہر ہر حکم پہ سمعنا واطعنا کہیں۔ پھر دیکھیں۔۔۔!

وہ رب آپ کے لیے دنیا کی ہر چیز مطیع کر دے گا۔ آپ کو اس دنیا سے بے نیاز کر دے گا۔ خود کی اہمیت کو پہچانیں اور حقیر دنیا کے لیے خود کو ضائع نہ کریں۔

اللہ سب کی مدد فرمائے اور اس بیماری سے جلد از جلد نجات دے دے۔ آمین!

بینش اعجاز

تنہا

دن بھر کے کاموں سے تھکی ہاری وہ آخری سیڑھی پر ہمیشہ کی طرح اداس بیٹھی سامنے درختوں کو گھور رہی تھی جو ہوا کے جھونکوں سے اپنے پتے لہرا رہے تھے۔ وہ ہمیشہ سے ایسی تو نہیں تھی اس نے سوچا۔ اس نے تو زندگی کے اس موڑ کا کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ شوخ، چنچل، شریر، خوش مزاج، ہر وقت ہنسنے والی اور کسی بھی بات کی پرواہ نہ کرنے والی لڑکی تھی۔ مگر اب وہ اتنی سنجیدہ ہو چکی تھی کہ لفظوں میں چھپی گہرائی، نظروں کے مفہوم اور لہجوں میں چھپی کڑواہٹ پہلی نظر میں جان جاتی تھی۔

کیوں کوئی مجھے سمجھ نہیں پاتا، کیوں لوگوں کے رویے اتنے زہریلے ہوتے ہیں۔ وہ خود سے بے بسی کی انتہا پر سوال کر رہی تھی۔ اس کی گالوں پر بہتے آنسو اس کی آنکھوں کی نمی کیوں کسی کے دل کو مضطرب نہیں کرتی۔

وہ اب نفرتوں کی پہچان اور لفظوں کے مفہوم جاننے والی لڑکی تھی۔ جو اندر سے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئی تھی۔

اس کی ذات کے آئینے پر پتھر برسے تھے۔ وہ بکھر گئی تھی مگر کوئی نہیں تھا جو اس کی ذات کے ٹکڑوں کو سمیٹتا، جو اسے سمجھتا، اسے دلاسہ دیتا۔ وہ اپنی زندگی کی جنگ تنہا لڑ رہی تھی۔

اس نے سن رکھا تھا:

"ٹوٹا ہوا انسان یا تو سانس کی طرح ساکن ہو جاتا ہے یا سمندری لہروں کی طرح سرکش۔ مگر جو ساکن ہو جائے اسے سرکش ہونے میں دیر نہیں لگتی۔"

مگر وہ سرکش رہتی تھی۔ اپنے دل کے زخموں کو چہرے کی اوٹ میں چھپاتی تھی کیونکہ اسے اپنے رب پہ پورا بھروسہ تھا۔ وہ اپنی کمزوریاں صرف اپنے رب سے بیان کرتی تھی، وہ اپنے رب کے سامنے رو کر دل ہلکا کر لیتی تھی۔

اسے یقین تھا کہ اللہ پاک اسے کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ وہ جانتی تھی دعائیں رد نہیں ہوتیں، جھولیاں خالی نہیں رہتیں، صبر کرنے سے بہترین ملتا ہے۔ اسے "کن فیکون" کا انتظار تھا۔

حافظ نبیل عابد

اس کی سانسیں اتنی تھیں بس

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ مال اور اولاد دنیا کی زینت ہیں، انسان کے پاس مال اور اولاد موجود نہ ہو تو اس کی زندگی میں مٹھاس نہیں رہتی، بینک بیلنس ہو، گاڑی ہو یا کوئی اونچے درجے کا عہدہ ہو، اگر اولاد نہیں تو ان سب کی کوئی بھی قدر و قیمت نہیں، اولاد ایسی نعمت ہے جس کی تمنا اور آرزو انبیاء کرام علیہم السلام بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کرتے رہے، ابراہیمؑ بھی ساری زندگی اللہ سے اولاد مانگتے رہے، اللہ نے بڑھاپے میں بیٹا عطا کیا، اسی طرح زکریاؑ نے بھی بڑھاپے کی عمر میں پہنچنے کے باوجود سرگوشی کے انداز میں اللہ سے اولاد کا مطالبہ کیا۔

اللہ نے سچ فرمایا کہ مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں، جن کے پاس اولاد نہیں ہے ان کا درد کوئی نہیں سمجھ سکتا یا جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اولاد دی پھر واپس لے لی ان کی اذیت اور درد کا اندازہ تو کوئی بھی نہیں لگا سکتا۔

راقم الحروف کے سب سے بڑے بھائی مولانا عدیل عابد صاحب کی اکتوبر 2019ء میں شادی ہوئی، اللہ نے ابھی تک اولاد جیسی نعمت سے نہیں نوازا۔

دوسرے بھائی تنزیل عابد صاحب (مدرس جامعہ اسلامیہ سلفیہ ڈلن بنگلہ) کی نومبر 2022ء میں شادی ہوئی تو اللہ نے ان کے گھر اولاد کی امید لگائی تو پوری فیملی خوشی سے جھوم اٹھی، باری تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور انگلیوں پر گن گن کر دن گزارے کہ وہ گھڑی آئے جب ہمارے گھر میں بھی ننھے مہمان کی آمد ہو۔

اسی طرح نام کا انتخاب بھی کر لیا گیا تھا، بھتیجا ہوتا تو اس کا نام عبدالرحمٰن رکھنا تھا، اگر اللہ بھتیجی دیتے تو اس کا نام سائرہ رکھنا تھا، بڑی ہی بے چینی اور شدت سے انتظار کرتے رہے آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں، چھ اور سات ستمبر کی درمیانی شب تقریباً ڈیڑھ بجے میرے موبائل پر برادر اکبر تنزیل عابد صاحب کی کال آئی، نیند سے اٹھا اور کال سنی تو بھائی نے خوشی سے جھومتے ہوئے بتایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیٹی عطا کی، مارے خوشی کے میرے تو پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے یہ خبر سن کر، کیونکہ خاکسار کی بڑی چاہت تھی کہ اللہ بیٹی عطا کریں بھائی کو اور وہ خواہش اللہ نے پوری کر دی تو خوشی کیوں نہ ہوتی؟

باقی رات جاگ کر گزاری، فجر کی اذان کا وقت ہوا، اذان کہنا شروع کی تو آنکھوں میں آنسو آ رہے تھے خوشی کی وجہ سے۔

حافظ نبیل عابد

اس کی سانسیں اتنی تھیں بس

یقین کیجیے اللہ نے بھیجی عطا کی تو ایسے لگ رہا تھا جیسے دنیا جہاں کی ساری دولت ہمیں مل گئی ہو، پھر نماز پڑھانے کے دوران بھی آنکھوں میں آنسو آتے رہے، جمعرات کو اپنی ننھی سی بھتیجی کو دیکھا، ہاتھوں میں اٹھایا تو ایسا سکون آیا جو میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔

بھیتجی کی صحت کچھ ٹھیک نہیں تھی، اس ننھی سی جان کو بخار تھا، بچی کے نانا اور نانی ہسپتال لے کر چلے گئے، وہاں ڈاکٹرز نے بتایا کہ آپ دعا کیجیے آپ کی بچی سیریس ہے، آکسیجن وغیرہ لگا دی گئی، بس پھر حلق میں جان اٹکنے والی صورتحال بن گئی، ہم سب دعائیں کرتے رہے کہ اللہ جی ہماری ننھی سی بھتیجی کو کچھ نہ ہو، اس کو صحت عطا کر دیں۔

جمعرات کی رات ڈاکٹرز نے ہسپتال میں بچی کے پاس کسی کو رہنے نہیں دیا، بڑی بے چینی ہوئی، آنکھوں میں آنسو آتے رہے کہ چھوٹی سی بچی اکیلی ہسپتال میں، وہ رات بھی جاگ کر گزاری۔

پھر جمعہ والے دن کا سورج طلوع ہوا، تنزیل بھائی اور بچی کے دادا اور دادی ہسپتال بچی کے پاس چلے گئے۔

ادھر گھر میں سب سے چھپ کر میں رو رہا تھا آنسو تھے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے ہماری دنیا کو کچھ نہ ہو بس۔

خیر جیسے تیسے جمعہ پڑھایا اور ہاتھ اٹھا کر بھتیجی کی صحت کے لیے دعائیں کی، جیسے ہی دعا مکمل کی تو بچی کے والد محترم یعنی بڑے بھائی تنزیل عابد کی کال آئی کہ بیٹی فوت ہو گئی ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون، یہ سن کر تو ایسے لگا جیسے دنیا تھم سی گئی ہو، چیخیں نکل گئیں کہ ہائے اللہ یہ کیا ہو گیا۔ کیسے گھر پہنچا موٹر سائیکل چلا کر یہ اللہ ہی جانتے ہیں، ہمارے لیے تو گویا قیامت آ گئی، پوری فیملی سوگ میں ڈوب گئی، ہماری جھولی اور ہمارا دامن خالی رہ گیا۔

آٹھ ستمبر بروز جمعہ عشاء کی نماز کے بعد تقریباً نو بجے بچی کے دادا یعنی قاری محمد انور عابد صاحب نے اپنی ننھی سی پوتی کی نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر سپردِ خاک کر دیا گیا۔ مٹی ڈالتے ہوئے سوچ رہا تھا اللہ کی مرضی ہے اس کی سانسیں اتنی تھیں بس۔ ماں کے رحم سے آئی تھی اور زمین کے پیٹ میں چلی گئی۔

کیسے بے حس اور پتھر دل لوگ ہوتے ہیں جو اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے ہیں؟

حافظ نبیل عابد

اس کی سانسیں اتنی تھیں بس

بیٹی تو سکون کا نام ہے، بیٹی ہی جنت ہے، بیٹی ہی جینے کی تمنا ہے، بیٹی رحمت ہے، بیٹی پیدا ہونے پر گولیاں مار کر قتل کرنے والو سنو، بیٹی کی قدر و قیمت ان سے پوچھو جن کے پاس یہ نعمت نہیں ہے۔

آنسو اب بھی نہیں رکتے،
دل بوجھل اور غمگیں رہتا ہے کہ ہماری بھتیجی چلی گئی۔

پہلی بار سمجھ آئی کہ صبر کے بدلے جنت کا اعلان ایسے ہی نہیں کر دیا، صبر کرنا بہت مشکل ہے۔

دنیا والے جھوٹ کہتے ہیں کہ یار میں تیرا درد سمجھ سکتا ہوں، کوئی کسی کا درد نہیں سمجھ سکتا، کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اندرونِ دل میں کیا طوفان چل رہے ہیں۔

بس اتنا کہتا ہوں:

"اللہ ہم راضی تیرے فیصلوں پر، تو ہم سے راضی ہو جا۔"

محمد فرید فریادؔ

آنکھیں بولتی ہیں

احسان اپنے معمول کے مطابق پڑھانے نکلا، تبھی اس کے فون کی گھنٹی بجی جیسے ہی اس نے کال ریسیو کی دوسری جانب سے خالد نے سلام و دعا کے بعد دریافت کیا؛ آپ کہاں ہو؟ جس کے جواب میں احسان نے کہا میں پڑھانے جا رہا ہوں۔ تم کہاں ہو؟

خالد! تمھارے علاقے میں، باجی کے ہمراہ ڈاکٹر کے پاس آیا ہوں آپ آ کر مل لیں۔

ٹھیک ہے تم رکو، میں آتا ہوں۔

احسان اور خالد دونوں ہم جماعت تھے الگ گاؤں سے تعلق رکھنے کے باوجود دونوں کا ایک دوسرے کے یہاں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ مدرسے میں ان کے دوستی کی مثال دی جاتی تھی، احسان مدرسہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ کالج کی تعلیم سے بھی منسلک تھا اس کے کلاس میں اور بھی لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔ ان لڑکیوں میں ایک کا نام طلعت تھا، جو اسے بہت چاہتی تھی احسان اس سے بے خبر تھا کہ کسی کو اس سے پیار ہو گیا ہے۔ ان باتوں سے بے خبر احسان اپنے تعلیمی سفر پر رواں دواں تھا۔ دراصل وہ لڑکی اس کے دوست خالد کی بہن تھی جس کو احسان نے اپنے دوست کے یہاں کبھی نہیں دیکھا تھا۔

وقت برف کے مانند پگھل رہا تھا۔ پتا ہی نہیں چلا کہ کب احسان گریجویشن مکمل کر کے اپنی اعلیٰ تعلیم کے لئے شہر چلا گیا اور وہاں کی آب و ہوا سے مانوس ہو کر اپنے دوست خالد کو فون کیا تو فون اس کی بہن طلعت نے اٹھایا دعا سلام کے بعد جیسے ہی احسان نے اپنا نام بتایا تو اس کی آواز میں رقت پیدا ہو گئی اور کہا کہ بھائی ابھی گھر نہیں ہے۔ جیسے ہی آئینگے بتادوں گی۔ احسان نے سلام کرتے ہوئے فون رکھنا چاہا تبھی اس نے پوچھا یہ آپ کا نمبر ہے احسان نے کہا جی۔ اس نے کہا ٹھیک ہے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے رات کو فون کروں گی اور فون رکھ دیا۔ دونوں کی بات گاہے بگاہے ہونے لگی جیسے ہی طلعت کے والد نے اس کی شادی کا ارادہ کیا تو اس نے احسان کو فون کر کے بتایا کہ اس کے والد اس کی شادی کرنا چاہ رہے ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ آپ کے ساتھ کھانا کھاؤں تب احسان کو پتا چلا کہ وہ اسے چاہتی ہے اور اس سے شادی کا ارادہ رکھتی ہے۔ لیکن احسان اپنے سپنوں سے سمجھوتا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے اپنی نا اہلی کا ثبوت دیتے ہوئے انجان بنا رہا۔ آج کی ملاقات میں احسان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کیونکہ طلعت کی آنکھوں میں اس کے لیے ابھی بھی محبت کی جھلک باقی تھی۔

ملیحہ شاہد

معمارِ قوم (استاد)

تہذیب کے لغوی معنی ہوتے ہیں کانٹ چھانٹ کرنا، سنوارنا، اصلاح کرنا، شائستہ بنانا اور عیوب کو دور کرنا۔

اصطلاحاً تہذیب سے مراد ایک خاص ذہنی ساخت جس سے ملت و قوم کی کردار سازی کی جاتی ہے۔

اسی طرح ایک مہذب معاشرہ وہاں تشکیل پاتا ہے جہاں اُس معاشرے کی کانٹ چھانٹ اور سنوارنے والے موجود ہوں۔ کسی بھی معاشرے کو مہذب بنانے میں اساتذہ کرام کا بہت بڑا کردار ہے۔ وہ نئے نوجوانوں کی کردار سازی کرتے اور اُنہیں معاشرے میں رہنے کے سلیقے اور طریقے بتاتے ہیں۔ انہیں شعور کی دنیا سے بہراور کرواتے اور انہیں اُس مقام تک پہنچاتے ہیں جہاں وہ ان پر فخر کر سکیں۔ جن قوموں نے دنیا پر حکمرانی کی اور جن کا نام آج تک زندہ و تابندہ ہے ان کے پیچھے ان کے اساتذہ کرام ہیں جنہوں نے ان کو اعلیٰ اخلاق سکھائے اور ان کی بہترین تربیت کی۔ اور ایسی نسلیں تیار کیں جنہوں نے دنیا میں اپنا لوہا منوایا اور کامیابیاں اپنے نام کروائیں۔

استاد کی حیثیت معاشرے میں معمارِ قوم کی سی ہے۔ اساتذہ کرام کی جتنی تعظیم کی جائے اتنی کم ہے۔ کیونکہ جو تربیت استاد نے کی ہوتی ہے وہ بعض اوقات والدین بھی نہیں کر پاتے۔

لیکن اگر آج کے دور میں دیکھا جائے تو معاشرے میں استاد کا وہ احترام نہیں ہے جو خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے اپنے استاد امام نسائی کا کرتے تھے۔ وہ دونوں بھائی اس بات پر تکرار کرنے لگے کہ استاد کے جوتے کون اٹھائے گا، بلاخر اس بات پر متفق ہوئے کہ دونوں بھائی ایک ایک جوتا اٹھا کر استاد کے سامنے پیش کریں۔اور وہ اسے پہن لیں لیکن آج کے طالب علم محض ایک نمبر کم آنے کی بنا پر گھنٹوں استاد کے ساتھ بحث کرنے میں جتھے رہتے ہیں۔

اگر تاریخ کے اوراق اٹھا کر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ شاگرد کس طرح اپنے استاد کے آنے پر احتراماً کھڑے ہو جایا کرتے تھے، جن کا سر اپنے استاد کی تعظیم میں جھکا رہتا تھا۔

ملیحہ شاہد

معمارِ قوم (استاد)

وہ محض اس وجہ سے کہ ہمارے استاد کے احترام میں خلل پیدا نہ ہو گھنٹوں دروازے پر ان کا انتظار کر لیتے تھے۔ وہ جب بھی کسی غیر شناسا شخص کی موجودگی میں ملتے تو ایسے ملتے گویا ان کے استاد ہی ان کا سب کچھ ہیں۔ بعض ایسے شاگرد بھی گزرے ہیں جو اپنے استاد سے اس قدر عقیدت رکھتے تھے کہ اُن کے گھر کی طرف پاؤں کر کے سونا اپنے استاد کی توہین سمجھتے تھے۔

لیکن آج کے طلباء کی ایسی ذہن سازی نا جانے کون کر رہا ہے استاد محض پیسوں کے لئے پڑھانے آتے ہیں۔ ان کا ادب و احترام ہر گز لازم نہیں۔ استاد کے نت نئے نام رکھنا اپنا ذاتی حق سمجھتے ہیں۔

یہ کیسا المیہ ہے؟ یہ کیسی قوم ہے؟

رسول اکرم ﷺ بہترین معلم تھے۔ بے شک وہ اپنے صحابہ کرام کو اپنے احترام میں کھڑا ہونے کے لیے منع کرتے تھے لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام جب آپ ﷺ وضو فرماتے تو وضو کا پانی بھاگ بھاگ اچکتے۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ استاد کو وہ مقام دیا جائے جس کا وہ حق رکھتے ہیں۔ ان کی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو سراہا جائے، ان کے سامنے عاجزی اختیار کی جائے، محض ان کو پریشان کرنے کے لئے غیر ضروری سوالوں سے گریز کیا جائے، ان کے سامنے اپنی زبان کو قابو میں رکھا جائے، دوسروں کے سامنے اپنے استاد کی عزت و تکریم کی جائے، راستے بدلنے کی بجائے رک کر ان کو سلام کیا جائے۔

یہ روایات ہیں جو آپ نے اور میں نے قائم کرنی ہیں۔ تاکہ ہم آنے والی نسلوں کو ان روایات سے متعارف کروا سکیں۔

5 اکتوبر جسے ٹیچرز ڈے کے نام پر دنیا بھر میں منایا جاتا ہے، اساتذہ کرام کا عالمی دن ہے۔ یہ ایک بہترین قدم ہے جسے دنیا بھر کے ٹیچرز کے لیے مختص کر دیا گیا ہے تاکہ ان کو سراہا جائے اور ان کی قابلیتوں کو نکھرنے کا موقع دیا جائے۔

اگر میں اپنی بات کروں تو میں اپنے اساتذہ کرام کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوں۔

ملیحہ شاہد

معمارِ قوم (استاد)

آج میں نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اساتذہ کے بارے میں کچھ لکھا ہے تو یہ اعتماد اور حوصلہ مجھے میرے اساتذہ کرام نے دیا ہے۔ جنہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر میری رہنمائی کی اور مجھے اس قابل بنایا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی مجھ پر خاص کرامت ہے کہ اس نے مجھے ڈاکٹر شفیق صاحب، اویس صاحب (جنہوں نے میرے اندر کتب بینی کا شوق اجاگر کیا)، احسان صاحب، میڈم فائزہ افضل جیسے استاد دیئے جو اپنی ذمے داری سے کبھی کنارہ کش نہیں ہوئے اور اپنے فرائض انجام دینے میں پیش پیش رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام اساتذہ کرام کو صحت و تندرستی والی زندگی عطا فرمائے۔ آمین!

ضیا الرحمٰن ضیا

کائنات کی پہلی بہار

کائنات کی پہلی بہار؟ کیسے! کیا مطلب؟ یہ ان کا سوال تھا جب ہم وین سے اتر کر چند قدم پر گلی مڑے اور سیرت النبی ﷺ کانفرنس کیلیے ہال کے بیرونی دروازے پر جیسے ہی پہنچے وہ لمحہ بھر رکا اور دروازے پر لگے بینرز پر سرسری نظریں دوڑائی اور دائیں طرف بنے کینٹین کی کرسی پشت سے کھینچ کر موبائل میز پر رکھا اور تعجبانہ انداز میں کہنے لگا۔۔۔

یہ ربیع الاول۔۔۔؟

جی ربیع الاول اپ نے بالکل ٹھیک پڑھا۔ عربی کا جملہ ہے۔ ربیع کہتے بہار کو، اول معنی پہلا، یعنی پہلی بہار۔

یہ سمجھو اسلامی سال کا تیسرا مہینہ کائنات کی پہلی بہار ہے۔

اچھا کائنات کی پہلی بہار، وجودِ کائنات کے بعد سے لاتعداد بہاریں لامحدود زمانوں میں گزر چکی ہیں۔ آئندہ بھی ہر سال بہار کا سماں ہوتا رہے گا۔ اب یہ ایسی کونسی انوکھی بہار جس کیلیئے ہر طرف روشن روشن، بستی بستی جلسہ جلوس، پروگرامات کر کے اظہارِ عقیدت کی جارہی ہے۔

وہ اپنی روش میں بولتے بولتے کرسی کھسکا کے میز کے قریب ہوا۔ میز پر رکھی چائے کی پیالی منہ کے قریب اٹھائی اور سوچتے سوچتے اچانک سے سر جھٹک دیا، پیالی میز پر رکھ کر گویا ہوئے۔ اچھا بھائی آپ ہی بتا دو ایسا کیا ماجرا ہے۔ مسلمان اپنے نبی ﷺ کی ناموس کیلیئے اپنی جان، مال، وقت، جائداد، کاروبار، سب کچھ قربان کرنے میں بالکل بھی ہچکچاتے نہیں، وہ سبھی کچھ سہہ سکتے ہیں مگر۔۔۔

وہ اپنا کیپ میز پر رکھ کر بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔۔۔

مگر کیا۔۔۔؟

یار واقعی ایسا ہی ہے تم لوگ سبھی اپنے نبی ﷺ کی شانِ اقدس میں اشارۃً، کنایۃً کسی طرح بھی بے ادبی برداشت نہیں کرتے ایسا کیوں ہے۔۔۔؟

اتنی الفت اپنے نبی ﷺ سے کیسے۔۔۔؟

وہ دکھی دل سے سب کچھ کہے جا رہا تھا۔اس کے سینے میں عشقِ رسول ﷺ کی آگ لگی محسوس ہو رہی تھی۔

ضیا الرحمٰن ضیا

کائنات کی پہلی بہار

اتنے میں مولانا تنویر عالم صاحب،

حسبی ربی جل اللہ
مافی قلبی غیر اللہ
تیرے صدقے میں آقا ﷺ
سارے جہاں کو نور ملا
بے دینوں نے کلمہ پڑھا
لا الہ الا اللہ

اپنے مخصوص انداز میں کہتے ہوئے اور کلمہ کا ورد کرتے اسٹیج پر نظر آئے۔ اندرونی گیٹ سے کلمہ کا ورد کرتے ہوئے ڈائس کے قریب پہنچے تو مشہور نعت خواں مولانا عبدالمالک خاکی صاحب۔

آؤ نبی ﷺ کی شان سنو
نبی ﷺ ہے بولتا قرآن سنو
خدا ہے ان پہ مہربان سنو
آؤ نبی ﷺ کی شان سنو

اپنی دلسوز آواز میں مجمعے کو گرمانے لگے۔ جب اپنے دائیں طرف بیٹھے اس شخص کی طرف جوں ہی مڑا، اس کے چہرے سے ایک نور سا جھلک رہا تھا اور آنسو مثلِ موتی آنکھو سے ایسے گر رہے تھے جیسے بارش میں بھیگا ہوا بدن ہو۔

اتنے میں مجلس کے مہمانِ خصوصی علامہ صاحب بعد از خطبہ کچھ یوں گویا ہوئے:

"یہ کوئی ساڑھے چودہ صدیاں پہلے کا ذکر ہے جب کائنات تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی، چہار سو اندھیرا ہی اندھیرا تھا، ہر ایک ظلم و ستم کی پوشاک اوڑھ بیٹھا تھا، اپنے پرائے کسی کی پہچان نہ تھی۔ وڈیروں، جاگیرداروں کا راج تھا۔ طاقت والوں نے کمزوروں پر ایسے ظلم کی انتہا کر دی جس سے آسمانِ دنیا بھی شرما جاتا۔ ماں، بیٹی کی کوئی تمیز نہ تھی۔ عورت کو سرِ بازار نیلام کیا جاتا۔ بچی کی پیدائش پر شرم اور زندہ در گور کرنے پر فخر کیا جاتا۔

ساری کائنات ہر طرف سے سہمی ہوئی تھی۔ سبھی کو کسی آسرے اور سہارے کی تلاش تھی۔ ہر کوئی ایسے فرد کی تلاش میں تھا جو زندگی میں اس ظلم و ستم کے دلدل سے کسی پر سکون ماحول کی طرف اچک لے جائے۔

ضیا الرحمٰن ضیا

کائنات کی پہلی بہار

وہ کون تھا جس کا منتظر سارا جہاں تھا۔ جس کے آنے سے صرف انسان نہیں، حیوانات کو بھی نئی زندگی ملی۔

گیکپننگمبیگ بل آخر وہ گھڑی آن پہنچی، ربیع الاول دو شنبہ کی صبح سورج اس محسنِ عالم کا منتظر تھا، کب آمنہ کے لال کی روشنی دنیا پر چھا جائے اور سورج طلوع ہو جائے۔

وہ وہی شخص تھا جن کی ولادت سے قبل والد دنیا سے پردہ فرما گئے اور ولادت کے کچھ عرصہ بعد ماں کی ممتا بھی داغِ مفارقت دے گئی۔ کہا اور سنا گیا، چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔ یتیم، بے سہارا ہو گیا، اس کا آسرا کون رہے گا؟ "انّ شانئک ھو الابتر" کے طعنے ملے لیکن پروردگارِ عالم کو رحمتِ عالم کیلئے کچھ اور ہی منظور تھا۔

آمنہ کے لختِ جگر سے دنیا منور ہوئی، آسمان سے ستارے جھکے آنے لگے۔ ایسا لگا کہیں ستارے گر نہ پڑیں اس نور کی برکت سے، شام کے محلات دکھلائی دینے لگے۔ کفر لرزہ براندام ہوا۔

ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ برپا ہوا، محل کے کنگرے گر پڑے۔

فارس کا چودہ ہزار سالہ روشن آتش کدہ بجھ گیا، دریائے ساوہ خشک ہوا، قیصر و کسریٰ پریشان ہوئے۔ یہودی اور پادریوں نے خبر کی تصدیق کیلئے قاصد دوڑا دیے۔ انہیں اپنی ناکامی سر پر منڈلاتی نظر آنے لگی۔ المختصر دنیا کا نقشہ لمحوں میں بدلنے لگا۔

میرے نبی ﷺ کی تعظیم کیلئے وہ پتھر سلام کرنے لگا، وہ شجر جھک جھک کر ٹھرنے لگا۔اس کے آنے سے بھیڑ اور بھیڑیے ساتھ ساتھ چرنے لگے۔ جان لینے والے جانیں دینے لگے۔سالوں کی دشمنیاں محبت و الفت میں بدلنے لگیں، ہر ایک خوشحال زندگی گزارنے لگا۔

او لوگو! آج یہ دین و ایمان جیسی عظیم نعمت میرے اور آپ کے نبی ﷺ کی برکت سے ہے۔

میرے دائیں طرف سے بچوں کی طرح رونے کی آوازیں آئی، گردن گھما کے دیکھا تو وہ شخص سسکیاں لیتے ہوئے آنسو بہا رہا ہے۔ مہمانِ خصوصی نے اپنے خطاب کو الوداعی الفاظ پر اختتام فرمایا۔

ضیا الرحمٰن ضیا

کائنات کی پہلی بہار

سرپرستِ جلسہ نے اپنی دعا کا اختتام کچھ یوں کیا:
"اے اللہ! ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، ایمان و اعمال کے ساتھ، عافیت والی زندگی عطا فرما اور ہمیں موت اس عظیم کلمہ کے ساتھ نصیب فرما، لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔"

پھر وہ اٹھا، پرتپاک انداز سے گلے لگاتے ہوئے، بڑی محبت اور دردِ دل سے کلمہ طیٔبہ پڑھنے لگا۔ یقیناً آج کا یہ لمحہ اس کی زندگی کی پہلی بہار تھی۔ تب اسے زندگی کی بہاریں سمجھ آگئیں کہ پہلی بہار کیا اور کیسی ہوتی ہے۔

عمیمہ عبدالرشید

آقائے دو جہاں کے نام اک خط

رات کے آدھے پہر جب اس کملی کی حالت جب غیر ہونے لگی تو قلم اٹھایا اور ڈائری لکھنے بیٹھی جس کے اک صفحہ پر بے اختیار آقائے دو جہاںﷺ کا نام لکھا، نام لکھنے کی دیر تھی کہ قلب درود کی کثرت اختیار کرنے لگا اور زبان نے اسکا بھرپور ساتھ دیا۔ یوں اس نے آغاز کیا اک خط کا۔

بعد سلام عرض کرتی ہوں آقاﷺ۔ بہت سے خط لکھے ہیں یوں تو میں نے مگر یہ آپکی جانب میرا پہلا خط ہے، جذبات غالب آجانے پر گر کچھ غلط لکھ دوں تو معذرت قبول کیجیئے گا اس گنہگار کی۔ جو آپکی محبت میں ہے صبح و شام تڑپتی۔ جسکے خیالوں میں جب آپکا خیال آتا ہے تو اسکی حالت غیر ہونے لگتی ہے۔ یہ سوچ کر کے آپ سے بہت دور اس کا سانس بند ہونے لگتا ہے، وجود میں اک کپکپی پیدا ہوتی ہے خود کو پرسکون کرنے کے لیے جب وہ درود و سلام کا نظرانہ کرتی ہے تو آنکھوں میں اشک تیرنے لگتے ہیں جن پر سے اختیار وہ کھو دیتی ہے۔ مگر لبوں پر جاری درود پڑھنے سے اسے اک غائبانہ آواز محسوس ہوتی ہے۔

جیسے کوئی کہہ رہا ہو صبر کرو میری گڑیا بہت جلد تم اپنے محبوبﷺ کے روضہ کی جالی کو تھامو گی اس وقت ان اشکوں کو بہانا اور انہیں بتانا کہ تمہیں ان سے کتنی محبت ہے جو کہ لفظوں میں سمائے نہیں سمٹے گی۔ باتوں میں بتائے نہیں بتائی جائی گی۔ تب تم انکو سلام کہنا کہ وہ اپنے عاشقوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ تب تم انہیں بتانا کہ کیسے ان کے خیالوں نے حیات کی آتش کو ٹھنڈا کیا ہے اور تمہیں سنبھالا ہوا ہے۔

عمیمہ عبدالرشید

آقائے دو جہاں کے نام اک خط

بتانا اپنے دل کی یہ بات بھی کہ تم تو ہو گناہوں کے دلدل میں ڈوبی ہوئی اس لائق ہرگز نہیں سمجھتی خود کو کہ کریں وہ تم پر نظر شفقت مگر ہو بےبس محبت میں انکی۔ بس یہی وجہ ہے کہ ہوجاتا ہے ہر بار قلب راضی۔ یہ باتیں سننے کی دیر ہوتی ہے اسکا قلب مطمئن ہوجاتا ہے حالت سنورنے لگتی ہے اور وہ پر سکون ہو جاتی ہے۔

میرے پیارے آقائے خاتم النبیینﷺ ابھی چند لمحات پہلے بھی اس کی یہ کیفیت تھی سو وہ آپکو بتانے بیٹھی ہے یہ سب کچھ کہ اسکی ناقص محبت کو قبول کرلیں جن سے ہے محبت آپﷺ کو انکی فہرست میں اسکا بھی نام لکھ دیں، کہ اسے اپنے روضہ پہ بلوا لیں آقاﷺ انتظار بہت اذیت دیتا ہے اسے جسکی وہ بلکل عادی نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ میرے پیارے محبوبﷺ اپنے محبوب سے بات کیجیئے اور مجھ پر نظرِ کرم کروا دیجیے۔

الصلوات والسلام

آپ کی بیٹی کی ادنیٰ سی کنیز

سویرا عارف مغل

رٹا سسٹم

ہو سکتا ہے آپ لوگوں کو یقین نہ آئے مگر میں وہ طالبہ رہی ہوں جس نے کبھی سبق یاد نہیں کیا نہ امتحانات میں اور نہ کبھی ٹیسٹ وغیرہ میں۔ اگر کبھی کیا بھی تو بہت مشکل سے ہی یاد کر پائی کیونکہ مجھے کبھی سبق یاد نہیں ہوتا تھا۔ سکول، کالج اور یہاں تک یونیورسٹی لیول کے ٹیچرز بھی میرے امتحانات میں نمبر کاٹ لیتے تھے کیونکہ میرا لکھا ہوا اس موضوع کے مطابق ہوتا تھا مگر بالکل ویسا نہیں ہوتا تھا۔ بعض اوقات تو سارے مارکس ہی کٹ جاتے تھے۔ دوسری جانب میں نے دیکھا سب کہتے تھے کہ ہم ابھی شروع ہی کرتے تھے لکھنا اور سویرا نے اتنے صفحات لکھ لیے ہوتے تھے۔ سکول میں اچھے نمبر نہ آنے کی وجہ سے مجھے لگنے لگا کہ شاید میں بہت نالائق ہوں جسے سبق ہی یاد نہیں ہوتا۔

مگر پھر میں نے بورڈ کے امتحانات کا رزلٹ دیکھا تو ان میں بھی ایسا ہی ہوتا تھا کہ میری تعریفیں اور ہیڈنگز الگ ہوتی تھیں مگر نمبر بہت اچھے آتے تھے۔ پھر میں نے خود پر غور کیا کہ اگر میرا دماغ کمزور ہوتا تو میں خود سے کیسے اتنا لکھ پاتی اور بورڈ مجھے فیل کیوں نہ کر دیتا اور وہ لوگ جو بہت رٹے لگاتے ہیں ان کے نمبر کیوں کم آتے؟ تو ایک بات یاد رکھیں، ہر انسان مختلف ہے مگر کوئی بھی بیکار نہیں ہے لہٰذا اگر آپ استاد ہیں تو بچے کو اس کی الگ طبیعت کی وجہ سے نہ ماریں اور اگر آپ والدین ہیں تو بچے کو نالائق ہونے کا طعنہ نہ دیں کیونکہ اگر وہ الگ ہے تو ظاہر ہے وہ الگ ہے۔ اس بات کو جتنا جلدی ہو سکے سمجھ لیں ورنہ آپ اپنی اولاد کو ہر وقت برا کہہ کہہ کر اسے کھو دیں گے۔

مسرت جبین

تقاضائے حبِ رسول ﷺ

سب عاشقِ رسول اللہ ﷺ کے دم بھرنے والوں سے ایک اہم سوال ہے، کائنات کے سب سے عظیم انسان، عظیم ہستی، عظیم و محبوب ترین پیغمبرِ اعظم، خاتم الانبیاء، سید المرسلین، احمدِ مصطفیٰ، محمد مجتبیٰ، سید البشر، امام الانبیاء ﷺ جن کا اعزازِ اعظم خود رب العالمین نے چنا ہو، جس کا اعلان عرش تا فرش گونجتا ہے۔
وماارسلنک الا رحمت للعالمین

جو ایک خاص قوم کی طرف ہی مبعوث نہیں فرمایا گیا، جو سب عالمین کا رسول ﷺ، جو کل جہانوں کے رب کا محبوب، جس کی رحمت، فیضان کل عالمین پر برابر برستا ہو، جس کے سایۂ عاطفت میں مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی امان پاتے ہوں، انسان تو انسان ٹھہرے حیوانات بھی ظلم کا مقدمہ لیے رحمت کی امید سے حاضر ہوں، حجر شجر اعترافِ نبوت کرتے ہوں۔ عرش تا فرش، زمین، آسمان، فلک پہ فرشتوں کے لشکر لشکر، زمین پر ہر ذی روح آپ ﷺ پر درود و سلام پیش کرتا ہو۔ جس کی دید کی تمنا غاروں میں اژدہا کو بھی تڑپاتی ہو۔ جس کی ڈھال کے لیے ماں چھ ماہ کا بچہ نثار کرنے کو سعادت مانتی ہو۔

جن پر ہم سب اپنے ماں، باپ، اولاد، مال قربان کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتے ہوں۔ جس کی نسبت حبشی غلام کو سیدنا بلال ؓ کا اعزاز عطا ہوا۔ جو جنت میں اپنے آقا ﷺ کی مہار تھامے ایک قدم مقدم رہیں گے۔ جس پہ اہلِ زمین ہی نہیں درود پاک پڑھنے سے فوز عظیم کی نوید پائیں، آسمان پہ فرشتے بھی درود پیش کرنا فخر جانیں۔ اور جن پر خود رب العالمین درود پڑھتا ہو۔ نہ صرف درود پڑھنا کافی جانا بلکہ اس محبت کو ہمیشہ کے لیے کتابِ مبین میں رقم کر کے تمام عالم میں آپ کی عظمت و مرتبے کو اس عظمت کے دوام کا اعلان کر دیا گیا۔ جس کی اطاعت کا صلہ یحببکم اللہ ہو۔ جس کی نافرمانی غیظِ ربانی ہو۔ اور یہی پر حجت تمام نہیں ہوتی بلکہ اتنی سخت زجر کہ جو کوئی بھی اس عظیم ہستی سے کوئی بھی معمولی سی بات بھی جھوٹ نسبت کرے اس پر جہنم واجب کر دی گئی۔ جس عظیم نبی کریم ﷺ کو زندگی میں اپنے بستر سے اٹھا کر سدرۃ المنتہیٰ پہ شرفِ ملاقات بخشا، کتنا مقدس سفر ہے، مقامات کتنے مقدس، قیمتی لمحات کس قدر خوبصورت، ملاقات کتنی انمول، ساعتیں کتنی دلنشین، سمے کتنے نازک اور رازداں، کیسی پیاری سرگوشیاں، کتنا یکتا میزبان، کتنا لاڈلا مہمان، کتنی انوکھی میزبانی، کیسی دلفریب رونقیں، کس قدر خوبصورت اور انوکھے مناظر ہوں گے۔

مسرت جبین

تقاضائے حبِ رسول ﷺ

اس سمے آسمانوں میں کتنی چھل پہل ہو گی، آسمانوں میں اللہ اکبر! کیسے فرشتے مبارکباد پیش کرتے ہوں گے ایک دوسرے کو آمدِ مصطفیٰ ﷺ پر، وہ سماں کیسا ہو گا، وہ منظر، وہ فضا کیسی ہو گی، خوشبوؤں میں بسی ہوئی۔ کیسے دل بھر آیا ہو گا جب پیارے آقا، ہمارے پیارے نبی، مہربان محمد ﷺ اپنے بابا آدمؑ اپنے امام، پیشوا، ابو الانبیاء، حضرت ابرہیمؑ سے شرفِ ملاقات ہوئی ہو گی۔ اور پھر کیسی اور کتنی خوشی دل میں ٹھنڈک بن کر اتری ہو گی جب سیدنا حضرت ابرہیمؑ نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا اسلام کہنا۔ دل لرز سا اٹھا ہے، روح تڑپ کر رہ گئی ہے۔ ہمیں عظیم نبی، خلیل اللہؑ نے ہمیں، ہمیں جو گناہوں میں لتھڑے ہوئے، غافل، بے حس، بے وفا امتی، ہمیں سلام بھیجا، اور پھر لانے والے کس قدر عظمتوں کے وارث، عظیم الشان نبی، مہربان محمد ﷺ تھے۔ یا رب العالمین! ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم اس عظیم امانت کا، اس خاص تحفے کا حق ادا کر سکیں۔ یا رب رحیم! ہم انسان ٹھہرے، ہم خطاکار، نہیں کوئی نیکی کی توفیق ہمیں مگر تیری خاص رحمت سے، خاص توفیق سے، بس ہمارے دلوں کو اپنی اور اپنے حبیب مکرم ﷺ کی اطاعت و محبت کی عظیم توفیق نصیب فرما۔ آمین!

ہاں! بات تھی اس انوکھی، خوبصورت ترین، انمول ملاقات کی، کیسی وہ گھڑی ہو گی، کیسا وہ سماں ہو گا۔ قلم کو تلاش ہے لفظوں کی مگر لفظوں کو تاب نہیں گویائی کی احساسات، جذبات پر غالب ہیں اور جذبات کو یارا نہیں بیان کا۔ حرفوں چھپتے پھر رہے ہیں کہ ہماری کیا اوقات کہ اس عظیم ہستی جس کی تعریف میں خود رب العالمین رطب اللسان ہے، میرے چار سو پیاری سی مگر شرمندہ شرمندہ سرگوشیاں ہیں۔ میں لفظوں کی معاونت کی طالب گار ہوں مگر کچھ کچھ سرگوشی آرہی ہیں کہ لفظوں کہ ہم بھلا کہاں اس قابل کہ اس محبوبِ خدا کی تعریف کریں۔ کہاں وہ، کہاں ہم؟ کہاں ان کا مکاں اللہ اللہ!

؎ کتھے مہر علی، کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

الحمد للہ ہم بھی اسی پیارے نبی، مہربان محمد ﷺ کے امتی ہیں۔ غافل ہیں، سست ہیں، برے ہیں، سیاہ کار، گناہگار ہیں، مگر ان کے عظیم پیغام کو بھولے نہیں۔ اسی نے تو حوصلے بلند کیے کہ تمہارا رب ارشاد فرماتا ہے کہ سب کچھ اسی اللہ کی توفیق سے ہے اور اسی پر یقین سے ہے۔ اسی توفیق، اسی یقین کے آسرے قلم اٹھایا ہے۔ اب اللہ ہی نے لفظوں کو حسن، صلاحیت، قوت، طاقت، عطا کرنی ہے۔ ورنہ میں تو خاک کی تنکوں سے زیادہ کمزور حقیر ہوں۔
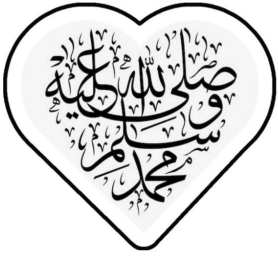
مسرت جبین

تقاضائے حبِ رسول ﷺ

میں اس کرم کے کہاں تھی قابل
یہ سب تری بندہ پروری ہے

اسی مالکِ عظیم کا احسانِ عظیم جس نے ہمیں انسان پیدا کیا، جس نے ہمیں اسلام کی نعمتِ عظمیٰ سے نوازا، جس نے ہمیں اپنے پیارے رسول محمد عربی ﷺ کا امتی بنایا۔ الحمد للہ، الحمد للہ! دعا ہے ہمیں امتی ہونے کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور روزِ محشر اپنے مغفور امتیوں میں سے کرے۔ آمین ثم آمین!

پھر جب اس انمول ملاقات میں، خصوصی ملاقات میں، خاص تحفہ نماز اور سورت بقرہ کی آخری آیات، جن کی شان ہی نرالی ہے۔ جو اتنی خاص ہیں کہ اس جیسی کسی اور نبی کو، کسی اور امت کو نصیب نہیں ہوتی۔ خصوصی تحفہ پا کر بھی امت کا خیال کتنا آہ! میری امت پر بوجھ نہ ہو۔ نمازیں کم کروانے بار بار سفارش کرتے رہے۔ سوچنا اے شفاعت کی امید باندھنے والے! کتنا امتی ہونے کا حق ادا کیا، کتنی اتباع کی، کہاں کہاں ضرب لگائی نفس پر، کہاں کہاں قربان ہوئے تقاضائے زندگی، کتنی خواہشات کا گلا گھونٹا۔ پیٹ پر دو دو پتھر باندھنے والے سردارِ دو عالم کی تکلیفوں کو حرام کی کمائی سے، انواع واقسام کی کھانوں سے، دستر خوان سجانے والے عشق کا بخار تب اتر کیسے گیا۔

اس وقت راتوں کی تنہائیوں کو حیا باختگی سے غلیظ کرتے ہوئے فرمانِ مصطفیٰ ﷺ نظروں سے اوجھل کیوں رہا؟ خواہ کوئی ایک نیم عریاں منظر، کوئی غیر محرم سے دوستی وغیرہ وغیرہ ہو۔ وہ پیارے حبیب ﷺ نے تین سال شعبِ ابی طالب کے اذیت ناک شب و روز کی اذیت اپنے بہت قریبی رشتوں ساتھیوں سمیت سہی۔ وہ جو تین سال کی دل خراش تکلیف سے نکلے ہی تھے کہ ایک ہی سائبان ابو طالب سے محروم ہوئے۔ یتیمی اور پھر نسبی سہارا بھی ساتھ چھوڑ گیا۔ کتنے درد بھرے دن تھے میرے پیارے نبی ﷺ کے۔ غم کے بادل چھٹے تو نہ تھے ابھی کہ غمگسار، دم ساز، ہمراز، وفا شعار، شریکِ حیات، پیاری ایک ہی تو شریک سفر تھی، اس وقت وہ حکمِ ربی سے مسافرِ اجل ہوئی۔ آہ! کیا امتحان تھا، امتحان پہ امتحان، واہ مالک! تیرے راز تو ہی جانے۔ یاد رکھو، سینوں میں سنبھال رکھو رحمت العالمین کے دکھ بھی یہی چراغِ راہ ہیں۔ تو آؤ ان دل پاش لمحوں میں سیرتِ طیبہ کے پھول چنیں۔ کیسی بے داغ، خوبصورت، پاکیزہ جوانی تھی۔ اخلاق باختہ، بے حیا، منہ زور آندھیوں میں کتنا نرالا تھا، کتنا پاک تھا، کتنا انوکھا اندازِ زندگی تھا، کس قدر نکھرا ہوا کردار تھا، اس بھرپور جوانی میں سب سے الگ تھلگ غاروں میں رویا حق کی تلاش میں۔

مسرت جبین

تقاضائے حبِ رسول ﷺ

حق کو ثابت کرنے کے لیے کس قدر کڑے امتحانوں کا امتحان تھا۔ اپنوں کی بے وفائی، غیروں کی بے حسی، اپنا ہی خون دشمنِ جان بنا۔ صادق و امین کا اعزاز دینے والے جھوٹا، جادو گر، کاہن، دیوانہ اور جانے کیا کیا نشتر تھے کہ روح زخمی تھی مگر زبانِ اطہر انہیں کی ہدایت کے لیے ہر پل دعا گو رہی۔ ہائے! یاد ہے شہرِ مکہ سے رخصتی کے لمحے۔ گھر اپنا ہی نہیں، بہت اپنے کا گھر چھوڑنا پڑا تھا اپنے محبوب کے حکم پر۔ کیسے بچھڑے ہوں گے بیت اللہ سے؟ یہ پہاڑ جتنے دکھ کس کے لیے سہے تھے؟ اگر پیارے آقا ﷺ دکھوں کی گھاٹی پار نہ کرتے تو آج دینِ اسلام ہم تک کیسے پہنچا ہوتا۔

ہم، ہاں! ہم زبان کی نوک سے محبتِ رسول اللہ ﷺ کے دعویدار دل تھام کر رب العالمین کو گواہ بنا کر بتائیں کہ ہم نے ہاں ہم نے کتنا؟ کس قدر؟ کتنے اخلاص سے حقِ امتی ادا کیا ہے۔ میرے پیارے نبی، مہربان محمد ﷺ نے فرمانِ باری تعالیٰ ہم تک پہنچا دیا۔ وہ ہادیِ برحق، برحق ہدایت، برحق رب کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔ ہمارے دنیوی محبوب ہمیں کوئی پیغام بھیجیں اور ہم اس پیغام کو اہمیت نہ دیں جواب نہ دیں دیر سے دیں۔ اپنی مرضی کا دیں تو کیا آپ کا محبوب آپ کی وفا کو قبول کرے گا؟ کیا وہ ناراض نہ ہو گا؟ کیا وہ چھوڑ نہ جائے گا؟ کیا ہم بے خوف ہو گئے کہ ہمارا رب بھی ہمارے پیارے آقا، پیارے نبی، مہربان محمد ﷺ بھی کہیں ناراض نہ ہو جاہیں؟ کہیں ہمیں چھوڑ ہی نہ دیں؟ اللہ نہ کرے۔ مگر یہ کیسی بے خوفی، کیسی بے حسی، کیسی خوش فہمی ہے کہ پھر بھی شفاعت کے حق دار ٹھہرے؟ آہ! ہم نے اطاعت اللہ و اطاعت رسول اللہ ﷺ کے معیار خود ہی تراش لیے۔ خود ساختہ محبت، خود ساختہ عبادت، خود ساختہ اطاعت، من چاہی چاہتوں کے دعویدار، من چاہی سنتوں کے موجد، من چاہی محفلیں، من چاہے تہوار، من چاہے سیرت و کردار، من چاہے رنگ؟

یہ کیسی محبت ہے؟ کہاں سے پڑھا یہ درسِ محبت؟ میرا رب ہاں! ہم سب کا رب تو صدا دے رہا ہے۔ تمھارے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین نمونہ ہے۔ ہمیں تو اسی نمونے سے نمو پانی تھی۔ سنو! کیا محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کو سفید رنگ پسند ہو اور محب کالے رنگ میں رنگ جائے؟ جب تک عاشق محبوب کے رنگ میں رنگ نہ جائے، عاشقی ہی باطل ہے۔ محبتوں کے سفر آسان نہیں، من کو فنا کیے بنا منزل کھوٹی ہے۔

مسرت جبین

تقاضائے حبِ رسول ﷺ

تو پلٹ آؤ، آؤ خود کو اسی رنگ میں رنگ لیں جو محبوب کا رنگ ہے اور پیارے آقا اللہ کی محبت کا دم بھرنے والوں میرے ہمارے پیارے آقا ﷺ تو صبغۃ اللہ پسند ہے۔ میرے پیارے نبی، مہربان محمد ﷺ، مصطفیٰ، خاتم الانبیاء کا رنگ صبغتۃ اللہ ہے۔ محبتوں کا معیار، محبت کی گہرائی ناپنی ہے تو انصاف کا ترازو رکھو۔ چلیں مشاہدہ کرتے ہیں۔ رات بھر سکرین پہ تھرکتے ہوئے کردار دل و نگاہ میں سمائے کہ صبح کا منظر من چاہی داستان چار سو بکھری ہوئی ملے گی؟ رات مرکزی کردار کا لباس، چال ڈھال کا نمونہ ہر دوسرے فرد میں خود بخود نظر آتا ہو گا۔ تقریباً ہر طرف لڑکیوں اور لڑکوں کے لباس، بال بنانے کے انداز، گفتگو کا ڈھنگ، خود بخود من کی چاہ بتا دیں گے۔ اور ایسا کرنے کے لیے کسی والدین، کسی استاد، کسی دوست، کسی اپنے، پرائے نے نہ تعلیم کی، نہ مجبور کیا، یہ سب دل کے سودے ہیں۔

اللہ اپنے ان بندوں پر جو ہر حال میں خود کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے رنگ میں رنگنے کو بے تاب ہیں، پل پل، قدم قدم اپنی خاص رحمتوں سے نوازے۔ آمین ثم آمین! مگر افسوس اکثریت جو خود ساختہ محبت و عقیدت کے دعویدار ہیں انہیں اپنے پیمانے پر کھنے ہوں گے؟

میرے عظیم نبی کریم ﷺ کی ہستی عظیم الشان ہے۔ آج تک کوئی ان کی شان کا، ان کی عظمت کا، ان کی بلندیوں کا، ان کے مقام و مرتبہ کا اندازہ نہ کر سکا ہے اور نہ کر سکتا ہے۔ اللہ اکبر کبیرا میرے رب العزت نے اپنے محبوب کو خود چنا ہے۔ ہم حقیر و فقیر بندے ادراک ہی نہیں رکھتے یہ معرفت کی بہت اونچی منزل ہے۔ اور نہ ہی ہمیں زیب دیتا ہے کہ ہم آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بارے رائے قائم کریں، بحث کریں، جدال کریں۔ آپ ﷺ اللہ کے خاص بندے ہیں۔

خدیجہ اکرم ملہی

جانوروں سے محبت

بابا نے حدید کو ہوم ورک مکمل کروا کے کھیلنے کی اجازت دی۔ اور حدید اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو مٹکا مٹکا کے ساری ہدایات سننے لگا۔ حدید بیٹے نے کپڑوں کا خیال رکھنا ہے اور بلی کو نہیں مارنا، بابا پیار سے انگلی ہلا ہلا کر سمجھا رہے تھے۔ جب حدید اپنی بلی کے بارے میں بولنے لگا۔ بابا جی میں تو اپنی بلی کو کبھی نہیں مارتا۔ اس نے ہونٹ زرا سے باہر نکالے اور آنکھیں سکیڑ لیں۔ مجھے پتا ہے حدید بیٹے! بس یک لخت بول رہا تھا، چلو جاؤ اور لان سے مغرب سے پہلے پہلے واپس آ جانا۔ بابا نے دونوں ہاتھوں میں حدید کا چہرا پکڑا اور ماتھا چوما حدید سر ہلاتا باہر نکل گیا۔ حدید اپنی ایرانی بلی کے ساتھ بال سے کھیل رہا تھا۔ وہ ایک سال سے حدید کے پاس تھی۔ اب تو اس کی دوست بھی بن چکی تھی۔ "ایلین! بال پکڑو، بال" حدید بال کو کک کرتا اور بلی بھاگ کر بال کی جانب بڑھی۔ اور پھر سے کک کرتی، آدھے گھنٹے تک حدید تھک گیا، اور پھولے سانس لیتا گھاس پر بیٹھ گیا۔

ایلین میاؤں! میاؤں! کرتی لان عبور کر گئی حدید اسے جاتا دیکھتا رہا۔ کافی دیر بعد جب اِلین نا آئی تو حدید لان سے باہر آیا باہر والا گیٹ کھلا تھا۔ حدید بھی ادھر ہی بھاگ گیا۔ ایلین کے منہ میں خون لگا تھا اور اگلے دونوں پاؤں بھی خون میں لت پت تھے۔ حدید رونی صورت بناتا بلی کی طرف بھاگا مگر بلی کے پاس ایک اور حدید کی عمر کا بچہ بیٹھا رو رہا تھا۔ وہ ہارون تھا اور ہارون کے دونوں چوزے زمین پر پڑے تھے۔ ایک مر چکا تھا اور دوسرا پاس ہی زخمی حالت میں پڑا تھا، بلی زبان نکال کر ہونٹوں کے بیرون سے خون صاف کر رہی تھی وہ پنجوں کے بل بیٹھی تھی، اس کے پاؤں میں چوزے کے پر، چونچ اور گردن پڑی تھی۔ حدید نے غصے سے ہارون کو دیکھا اور پاس میں بیٹھ کر بلی کی پیٹھ سہلانے لگا۔ حدید آپ کی بلی نے میرے چوزں کو مارا اور ایک کو کھا یا بھی، ہارون آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کے ساتھ روتی آواز میں بولا: مجھے پتہ ہے میری بلی نے ایسا کیا مگر یہ گندے چوزے بھی تو روز میری بلی کو تنگ کرتے ہیں۔

خدیجہ اکرم ملہی

جانوروں سے محبت

آگے آتے ہیں، حدید نے بلی کو، اپنی بلی کو قریب کیا تھوڑا سا خون اس کی شرٹ پر لگ گیا۔ حدید بھائی وہ بلی سے کھیلتے تھے مگر، مجھے نہیں پتا تمہارے چوزوں کا قصور ہے۔ حدید نے بات کاٹی اور بلی کو اٹھا کر اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ جب ہی نظر اوپر ٹیرس پر کتاب ہاتھ میں پکڑے بابا کی طرف گئی وہ بھی حدید کو ہی دیکھ رہے تھے۔ حدید بلی کو سینے سے لگائے گیٹ کے اندر آ گیا۔ لان میں بیٹھ کر بلی کو صاف کرنے لگا۔ کپڑے سے اس کے پنجے صاف کیے اتنی دیر قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی۔ حدید نے پیچھے مڑ کر دیکھا بابا سینے پر ہاتھ باندھے کھڑے تھے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ بابا وہ بولنے لگا، بابا اس کے پاس ہی بیٹھ گئے اور اس کی کمر پر ہاتھ رکھا۔ حدید بیٹا! بابا نے حدید کو پکارا اور پھر ہاتھ پیچھے گھاس پر ٹکائے آسمان کی طرف چہرہ اوپر کیا۔ اور بولنے لگے، دیکھو اللہ نے ہم سب کو پیدا کیا اور وہ ہم سب سے برابر محبت کرتے ہیں۔ ہر کسی کی اہمیت اللہ کے نزدیک برابر ہے۔ اس نے جانور اور انسان دونوں کو پیدا کیا۔ انسان کو عقل، شعور اور زبان دی، جانوروں کو یہ سب نہیں دیا۔ مگر اللہ کی محبت جانور کے لیے بھی برابر ہے اور انسان کے لیے بھی۔

حدید بلی کو چھوڑ کر پوری طرح سے بابا کی طرف متوجہ ہوا۔ بیٹے ایک مرتبہ حضرت محمد ﷺ بیٹھے تھے، چند لمحوں بعد چڑیاں آئی اور آپ ﷺ کے سر پر منڈلاتے ہوئے شور مچانے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چڑیوں کو کیا ہوا؟ ایک صحابیؓ نے کہا: حضرت ﷺ میں نے ان کے بچے اٹھا لیے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے بچے فوراً گھونسلے میں رکھو۔ یعنی ہمارے نبی ﷺ نے جانوروں پر رحم کیا۔ ہمیں بھی ایسے ہی جانوروں پر رحم کرنا چاہیے۔ سب جانور اچھے ہوتے ہیں، معصوم ہوتے ہیں۔ ہمیں ان کا خیال رکھنا چاہیے۔ آپ کی بلی نے اچھا نہیں کیا۔ حدید مثبت انداز میں سر ہلاتے ہوئے آگے سرکا۔ اب آپ اپنی پاکٹ منی سے ہارون کے چوزے کو ٹھیک کرو گے اور اس سے سوری بھی کرو گے۔ حدید نرمی سے سر ہلاتا اٹھ کھڑا ہوا بابا سوری میں آئندہ سے ہر جانور کو ایسے ہی محبت کروں گا۔ جیسے میں الین سے کرتا ہوں۔ حدید سرخ شرمندہ سے چہرے کو جھکا کر بولا: بابا نے کہا جی بالکل اب جاؤ شاباش! ہارون کے پاس، حدید نے بابا کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا اور باہر جانے کے لیے قدم بڑھائے۔

حمزہ ارشد

غزل

اس سے ملنے کی آج باری ہے
تب ہی ہم پر بھی آس طاری ہے

پوچھنے پر بھی مسکراتے ہو
"کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے"

رقص میں محو ہیں سبھی کلیاں
اور گلوں پر بھی سحر طاری ہے

زندگی کو بھی میں نے دیکھا ہے
زندگی زندگی سے ہاری ہے

صبر لکھا ہے میری قسمت میں
میرے حصے جو پردہ داری ہے

درد ہلکا تو ہے، مگر کیسے
سانس پھولا ہے آہ زاری ہے

شعلہ اٹھنے لگا مرے دل میں
جانے کیسی یہ کار زاری ہے

ظلمتوں کے جہان میں حمزہؔ
روشنی کی ہی اشک باری ہے

سائرہ حمید تشنہؔ

غزل

کرگسوں کی زندگی بھی زندگی ہے کیا
اسی کو بڑھ کے کھا لیا جو ہے مر گیا

کوششوں سے بیر ہے، کاہلی سے پیار
تیری موت آئے جس سے، کیسا پھر جیا

لذتِ شکار سے جو آشنا ہوا
اسی نے مقصدِ حیات کو ہے پا لیا

تو بھی اپنا مقصدِ حیات جان لے
لڑ کے اپنے نفس سے اس کو دے ہرا

نفس کے شکار کا مزہ کہیں نہیں
شکار اس کو کر لیا تو سب تیرا ہوا

زیب النساء

عشق

کہتے ہیں محبت

تین طرح کی ہوتی ہے، ایک وہ

جو آپ کو ملا اور بس قبول کر لیا

یہ نصیب ہوتے ہیں

دوسری وہ

جسے آپ نے چاہا وہ انسان آپ کو مل گیا

یہ ہوتے ہیں مقدر، یہ ہوتا ہے گڈلک

اور تیسری محبت وہ ہوتی ہے

کہ آپ کو پتا بھی ہوتا ہے

کہ آپ اس انسان کو حاصل نہیں کر پاؤ گے

پھر بھی اس انسان سے دل و جان سے محبت کرتے رہنا

اسے کہتے ہیں عشق

اور عشق لازوال ہوتا ہے

عائشہ شاہد

دنیا

جگنوؤں کی روشنی میں
تتلیوں کو پکڑ کر چھوڑنا
تیز ہوا کے جھونکوں میں
پتوں کی سرسراہٹ
درختوں کی اوڑھ میں
چہچہاتے گنگناتے پرندے
رنگین خیالوں میں
ڈوبی ہوئی آنکھیں
سردیوں کے آنے سے
اداس و غمگیں شامیں
وقت کے ستم میں

ڈھلتا ہوا بچپن
کھو گئی وہ یادیں
وہ شامیں، وہ راتیں
وہ ملنا، وہ کھلنا
وہ پاک و شفاف ذاتیں
وہ روشنی، وہ تتلیاں
وہ انتظار کرتی آنکھیں
وہ زندہ دلی میں رہنا
وہ زندگی کی باتیں
اب تو ہر طرف ہے دنیا
جس طرف بھی جاتے

فضیلہ اشرف

اجازت

اگر!
زندگی کی دوڑ میں
خوب تم کھو جاؤ
پھر کچھ ہی عرصے میں
جو راستے کو گم پاؤ
گھپ اندھیری راتوں میں
چاندنی سے ڈر جاؤ
انسانوں کی بھیڑ میں
خود کو جب تنہا پاؤ
مجھ کو یاد کرنا تم
مجھ کو تم پاؤ گے
اس ہی راہ کے پیچ و پیچ
جہاں یہ تم نے چھوڑا تھا

زندگی کی دوڑ میں
بھاگنے کی آڑ میں
گر جو لوٹنا چاہو
کوئی جھجھک مت کرنا
کچھ بھی سوچنا نہ تم
ہاں! تمھیں اجازت ہے
پھر سے لوٹ آنے کی
فاصلے مٹانے کی
راستے بنانے کی
مہر کو نبھانے کی
ہاں! تمھیں اجازت ہے
پھر سے لوٹ آنے کی
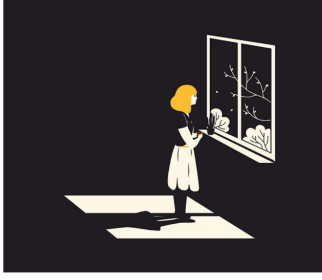
عمیمہ عبدالرشید

بے بسی

دن بھر کے تھکے ہوئے
وجود کے ساتھ
میں جاتی ہوں اپنے
بستر کی جانب
راحت عین و جسم
کے لیے، مگر تمام
بیچینیاں و سوچیں
میرے دامن سے آ لپٹتی ہیں
جنکو خود سے دور کرتے
اک عرصہ کا سا
وقت درکار ہے
نیند بھی میرے سامنے
اکڑ کر آ بیٹھتی ہے
میری انا بھی اسے گلے
لگانے میں پہل کرنا
گناہ کبیرہ سمجھتی ہے
بس اسی عالم بے بسی میں
شیریں پانی کا خدا
میری آنکھوں سے اک
نمکین پانی کا سمندر
جاری کرتا ہے اور
یونہی روتے سسکتے
تمام رات گزر جاتی ہے

خالد سیف اللہ

خط

محترمہ ثنا اکرم صاحبہ! انچارج ماہنامہ القلم اردو جہانیاں
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گی۔ سب سے پہلے ہم شکر گزار ہیں تنہا لائلپوری صاحب کے، اور آپ کے کہ جنہوں نے ہمارے مضمون کو اپنے رسالے میں جگہ دی۔

ماہ ستمبر کا رسالہ موصول ہوا، سرِ صفحہ نہایت ہی خوبصورت خطاطی اور پر کشش تصویری کہانیوں سے سجا ہوا پایا، باحجاب مستور کو سرِ صفحہ پر شامل کر کے پردے کا اہم پیغام عام کیا، جو کہ دل کو چھو گیا۔ مطالعہ شروع کیا، ایک سے بڑھ کر ایک مضمون پایا، جن کو پڑھ کر خوشی ہوئی۔ تمام مضامین بہت اچھے تھے۔ خصوصاً تنویر حسن صاحب، عفت خان، لاریب فاطمہ، سیدہ رابعہ، ان لوگوں کے مضامین نے تو رسالے کو مزید حسن بخشا ہے۔ مدیر صاحب ایک اچھے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری کا انتظار ہے۔ امید کرتے ہیں جلد شامل کی جائے گی۔ ہم دعا گو و دعا جو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس رسالے کے تمام لکھاریوں کے قلم میں مضبوطی اور تاثیر عطا فرمائے، اور اس رسالے کو مزید ترقیات سے نوازے۔ آمین!

والسلام

ثنا اکرم ملھی

جوابی خط

عزیز قاری!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاۃ

خوش آمدید! ہندوستانی قلمی و کتابی ساتھی۔ آپ صحت و عافیت سے ہیں، یہ مسرت بخش ہے۔ شافی و کافی لم یزل کی رحمت و برکت ہمیشہ آپ کے ہمراہ ہو۔ شمارہ کو پسند کرنے پر ہم آپ کے مشکور و ممنون ہیں۔ آپ نے نہ صرف خط کی روایت کو قائم رکھا ہے بلکہ ادب کی ایک خوبصورت صنف کو تازہ دم کر دیا ہے۔ آپ کی رائے اور پسندیدگی ہمارے احبابِ قلم و قرطاس کے لیے مسرور کن اور حوصلہ کن ہے۔ سرِ ورق پر اظہارِ خیال سے آپ کی طبیعتِ مطالعہ کے ساتھ ساتھ مصوری میں کمال فہم کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کی خواہش کے مطابق ہم امید کرتے ہیں کہ مدیر صاحب جلد اپنا کلام رسالہ میں شامل کر کے شمارہ کو زینت بخشیں گے۔ آپ کی دعاؤں اور نیک تمناؤں پہ ادارہ خصوصی طور پر مشکور و ممنون ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے قلم و فہم کو ہمیشہ سلامت رکھے۔

آئندہ آپ کی قیمتی آراء، محبتوں اور اظہارِ خیالات سے بھرپور آدھے ملاقات نامے کا انتظار رہے گا، لکھتے رہیں۔

والسلام